۱۹۱۴۴۲

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222079
UNIVERSAL
LIBRARY

Osmania University Library

Call No. ۸۹۱٫۴۳۹۲
ٹ ۔ ٹ

Accession No. 16147

Author ٹیگور

Title ٹیگور کے ڈرامے

This book should be returned on or before the dat
marked below.

ٹیگور کے ڈرامے

[illegible]

پبلشرز

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب

دھلی

(فاروقی پریس دھلی)

قیمت عہ/

بار سوم ۱۰۰۰

تعارف

ٹیگور نے ہندوستان کی قدیم ترین روح کے تار چھیڑ کر کوچہ کوچہ اور گلی گلی میں ہنگامہ برپا کر دیا، وہ ہمیشہ جسم سے بے نیاز رہا۔ اور اُسے چاروں طرف ہولناک تاریکیاں نظر آتی تھیں۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا۔ کہ روح کی گہرائیوں میں ایک دیا ٹمٹما رہا ہے۔ اور اس کی روح کی ساری قوتیں اسی دیئے کی طرف بڑھنے میں برسرِ پیکار ہیں۔ سے موجودہ ارتقائی طاقتوں میں بربادی کے سامان نظر آتے تھے وہ ملکتیں کی دنیا سے بہت دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس کا ہر ایک شاہکار نظرت کا مظہر ہے۔

اس کے قصے اور نظمیں اردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں، ایک دو طویل ڈرامے بھی روشناس کرائے جا چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک اس کے مختصر ڈراموں کا کوئی مجموعہ اردو ادب میں موجود نہیں تھا، میں نے محسوس کیا ہے کہ ٹیگور اپنے ڈراموں میں زندگی کی ان لطافتوں سے برسرِ جنگ ہوتا ہے۔ جن پر انسان غالب نہیں آ سکتا۔ یا جنہیں محسوس تو کرتا ہے۔ لیکن مادہ پرستی کے طوفان میں سطح ہی سطح پر سے گزر جاتا ہے۔ ٹیگور کے ڈراموں میں ایک ایسی صناعی اور کرداریت موجود ہے جس سے سوچنے والا ذہن فوراً جسم اور روح کی جنگ سے آشنا ہو جاتا ہے، ٹیگور صرف ڈرامہ نگار ہی نہ تھا بلکہ اداکار بھی تھا جب کردار اور اداکار کی روح ایک دوسرے میں گھل مل جائیں۔ تو ان کی آمیزش سے بقائے دوام کا حامل ایک شاہپارہ وجود میں آتا ہے۔

اس مجموعے میں ۵ مختصر ڈرامے درج ہیں۔ اور ان ڈراموں کے ہر قدم پر زندگی لرزاں و رقصاں اور شاداں و فرحاں نظر آئے گی۔ ایک بھی کردار ایسا نہیں جو انسانی فطرت میں سما نہ جانا چاہتا ہو۔

ٹیگور کے ڈراموں میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ روح کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں۔ اور یہی اس کی کامرانی کا سنگِ میل ہے۔

مکت دھارا میں ڈرامہ نگار نے مادہ پرستی پر ایک ایسا وار کیا ہے جو موجودہ دور کے کسی مصنف میں نہیں پایا جاتا۔ ہماری معاشرت صرف جسم کی فریبیوں میں ہی پھنس کر رہ گئی ہے۔ اس کا صرف ٹیگور کو ہی احساس تھا اور اس نے یہ تہیہ کر لیا کہ جب تک ہندوستان کی مجلسی زندگی اس تانے بانے سے آزاد نہ ہوگی۔ ہندوستان کا معیارِ زندگی بلند نہیں ہو سکتا۔ راجہ رانی۔ قربانی اور مالنی میں عورت کی فطرت اور سماج کے بندھنوں کا شاعر نے ایسا نقشہ پیش کیا ہے کہ پڑھنے والے اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے۔

آج کل قوم سے اکثر بعض طبیعتیں سٹیج کی طرف راغب ہو رہی ہیں۔ لیکن شکایت یہ ہے کہ اچھے تو ایک طرف ڈرامے ملتے ہی نہیں۔ میں نے انتخاب میں اس امر کا خاص خیال رکھا ہے۔ اور یہ پانچوں ڈرامے بڑی آسانی کے ساتھ سٹیج پر کھیلے جا سکتے ہیں۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۴۳ء

خلیل احمد

۹۶ شبلی روڈ۔ لاہور

کٹ دھارا

اشخاص

راجہ رنجیت ——————

منتری ——————

بھبوتی —————— درباری انجینئر

وشواجیت —————— راجہ کا چچا

راجکمار —————— راجہ کا متبنیٰ

دھن جے —————— بیراگی

گنیش —————— رعایا کا لیڈر

امبا —————— ایک حواس باختہ عورت

وجے پال —————— جرنیل

ان کے علاوہ اجنبی، شہری، قاصد، پہرہ دار، ماسٹر، بچے، بانو۔ سانجے۔ اودھب، پھل والی، بشن۔ مسافر۔ ننکو، ہبا، بھرتی کرنے والا، کنکر، نرسنگھ، بنواری اور پجاری بھی شامل ہیں۔

منظر

پہاڑی علاقہ۔ ایک سڑک بھیرو کے مندر کی طرف جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ (کھیل کے آخری دم تک یہی منظر رہیگا) پس منظر میں لوہے کی ایک بہت بڑی مشین کا ڈھانچہ نظر آرہا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں بھیرو مندر کا کلس ہے۔ سڑک کے کنارے پر انزکوٹ کے راجہ رنجیت کے شاہی خیمے نظر آرہے ہیں وہ شام کا میلہ دیکھنے جارہا ہے۔ اور راستے میں آرام کرنے کے لئے رک گیا ہے، راجہ کا انجینیر بھبوتی ۲۵ سال کی شب و روز محنت کے بعد مکت دھارا دریا کا نام) پر بند لگانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ انزکوٹ کے باشندے بھیرو مندر میں بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ اور اس مندر میں میلے کی تیاری ہو رہی ہے، انجینیر بھبوتی کی کامیابی کی خوشی میں میلا کیا جا رہا ہے۔

مندر کے پجاری سامنے ہیں۔ اور وہ مندر کے ارد گرد گھوم رہے ہیں۔ وہ بھیرو دیوتا کی تعریف میں گیت گا رہے ہیں، بعض ناقوس بعض کھڑتالیں اور بعض ناد بجا رہے ہیں۔

(ایک اجنبی پوجا کے لئے کچھ بھینٹ لئے داخل ہوتا ہے اور انزکوٹ کے شہریوں سے ملتا ہے)

اجنبی۔ ارے بھائی! یہ آکاش کے ساتھ ملی ہوئی کیا چیز ہے؟ اُف! کس قدر بھیانک!

شہری۔ کیا تم نہیں جانتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم اجنبی ہو ——— خیر، یہ مشین ہے!

اجنبی۔ مشین! کیسی مشین؟

شہری۔ سماج کے انجینئر بھبوتی نے ۲۵ برس کے بعد اس مشین کو بنایا ہے۔ اور ابھی کل ہی تو بن کر تیار ہوئی ہے۔ اور اسی شبھ گھڑی کے لئے یہاں میلا ہو رہا ہے۔

اجنبی۔ اس مشین سے کیا ہو گا؟

شہری۔ اس مشین نے مکت دھارا کا پانی روک دیا ہے۔

اجنبی۔ کتنی بھیانک شکل ہے اس کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بہت بڑا راکشس اپنا منہ کھولے ہوئے ہے، اسے ہر وقت دیکھنے سے ہماری تمہاری روحیں مردہ ہو جائینگی۔

شہری۔ ہماری تمہاری رُوحوں کے بچاؤ کے لئے ایشور نے ہمیں بڑی موٹی چمڑی دی ہوئی ہے!

اجنبی۔ کچھ بھی ہو۔ ایسی چیز کو تاروں اور سورج کے سامنے ننگا نہیں رہنا چاہیئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ڈراؤنی چیز آکاش اور ہمارے درمیان روک بن کر کھڑی ہو گئی ہے۔

شہری۔ یہ تو بتاؤ کہ تم بھیرو دیوتا کی پوجا کے لئے نہیں چلو گے؟

اجنبی۔ میں اسی لئے گھر آیا ہوں میں ہر سال اسی غرض سے آیا کرتا ہوں۔
لیکن اس سے پہلے میں نے اتنی بڑی روک نہیں دیکھی تھی، دیکھو تو سہی
یہ مشین تو مندر کے کلس سے بھی بڑی ہے۔ اور اس سے مندر کا اپدھو
ہوگا۔

(وہ چلا جاتا ہے)

(ایک عورت امبا داخل ہوتی ہے، وہ ایک سفید چادر پہنے ہوئے
ہے جو زمین پر گھسٹتی ہوئی نظر آرہی ہے)

امبا۔ سومن! میرا سومن! کیا میرا سومن واپس نہیں آئے گا؟ تم سب واپس
آگئے ہو۔ لیکن وہ کیوں نہیں آیا؟

شہری۔ تم کون ہو؟

امبا۔ میں خیائی گاؤں کی امبا ہوں، سومن میرا بیٹا، میری آنکھوں کی روشنی،
میرا تارہ ـــــ میرے جیون کے سانس!

شہری۔ آخر اسے ہوا کیا ہے؟

امبا۔ میں بھی تو نہیں جانتی۔ معلوم نہیں یہ لوگ اسے کہاں لے گئے، میں مندر
دیوتا کی پوجا کے لئے اندر گئی اور جب باہر نکلی تو اسے کہیں لے گئے۔

شہری۔ تو پھر اسے دریا کے بند بنانے کے لئے بھرتی کیا گیا ہوگا؟

امبا۔ میں نے سنا ہے کہ اسے گوری پہاڑی کی طرف لے گئے ہیں، اب
وہاں تک تو میری نظر کام نہیں کرتی۔ اسے میں کیسے دیکھوں؟

شہری۔ کیوں جی بُرا کر رہی ہو، ہم سب مندر میں جا رہے ہیں، تم بھی چلی آؤ۔

آج بہت بڑا دن منایا جارہا ہے ؞

امبا۔ نہیں! نہیں!! جب سے میرا سُومن مجھ سے چھن گیا ہے۔ میں مندر میں جانے سے ڈرتی ہوں۔ میں تمہیں بتا دوں کہ ہماری پوجا دیوتا تک نہیں پہنچ سکتی۔ کوئی شخص راستے میں ہماری بھینٹ چھین لیتا ہے ؞

شہری۔ وہ کون ہے؟

امبا۔ وہی جو میرے سُومن کو مجھ سے چھین کر لے گیا ہے؛ میں نہیں جانتی وہ کون ہے، آہ! میرا سومن! میرا پیارا سومن!!

(وہ چلے جاتے ہیں)

(راجکمار ابھجیت کا قاصد بھبوتی کو ملتا ہے۔ جب کہ وہ سڑک سے مندر کی طرف جارہا ہے)

قاصد۔ بھبوتی! مجھے راجکمار نے آپ کے پاس بھیجا ہے ؞

بھبوتی۔ راجکمار کیا چاہتے ہیں؟

قاصد۔ آپ ایک مدت سے دریا کے دھارے کو روک لگانے میں مصروف ہیں۔ کئی بار یہ بند ٹوٹا۔ اور اس کے ساتھ ہزاروں جانیں لہروں کے ساتھ بہہ گئیں اور آج ——

بھبوتی۔ آج میں کامیاب ہوگیا ہوں اور انسان کی بھینٹ کام آگئی ہے ؞

قاصد۔ شیوتری کے رہنے والے اس بات سے بے خبر ہیں۔ وہ کبھی اس بات کو مان نہیں سکتے۔ کہ جو پانی ایشور نے ان کے لئے بھیجا ہے وہ ان پہ بند کیا جاسکتا ہے ؞

بھبوتی۔ ایشور نے انہیں پانی دیا تو اسی ایشور نے مجھے یہ طاقت بھی دی کہ میں اس پانی کو تھام سکوں۔

قاصد۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ چند دنوں تک ان کے کھیت

بھبوتی۔ یہ کھیتوں کا قصہ کیوں لے بیٹھے ہو۔ مجھے ان کے کھیتوں سے کیا واسطہ؟

قاصد۔ کیا آپ نے یہ نہیں سوچا کہ پانی کے بغیر ان کے کھیت بنجر زمین میں تبدیل ہو جائیں گے؟

بھبوتی۔ مجھے تو صرف یہ سوچنا تھا۔ کہ آدمی، پانی، ریت اور پتھروں کو کس طرح جیت سکتا ہے۔ ان طاقتوں نے آدمی کے خلاف سازش کر رکھی تھی۔ یہ بہت بڑا کام تھا۔ بھلا میں چند کھیتوں کے لئے کیوں اپنے ارادے سے باز رہ سکتا تھا!

قاصد۔ راجکمار کا یہ حکم ہے کہ آپ اس بات پر غور کریں۔

بھبوتی۔ مجھے تو صرف مشین پر ہی غور کرنا ہے۔

قاصد۔ کیا بھوک اور پیاس کی چیخیں تمہیں جگا نہیں سکتیں؟

بھبوتی۔ نہیں، پانی کا دباؤ میرے بنائے ہوئے بند کو دھکیل نہیں سکتا۔ بھوک اور پیاس کی چیخیں میری مشین کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں۔

قاصد۔ کیا تمہیں بددعا سے بھی خوف محسوس نہیں ہوتا؟

بھبوتی۔ (مسکرا کر) بددعائیں! جب اترکوٹ میں مزدور نہیں ملتے تھے تو راجہ کے حکم سے میں ۱۰ برس سے اوپر کے تمام نوجوان پکڑ لایا

سے گھسیٹ کر لے آیا تھا۔ اور ان میں سے بہت واپس نہیں جا سکے
ماؤں کی بددعاؤں کے باوجود میری مشین کھڑی ہو گئی۔ جو ایشور کی طاقت
سے لڑنا جانتا ہے۔ وہ انسانوں کی بددعاؤں سے نہیں گھبرایا کرتا ؛

قاصد۔ راجکمار کا حکم ہے کہ آپ نے ایک چیز پیدا کی اور اب اس چیز کو
تباہ کر کے اپنا نام پیدا کرو ؛

بھبوتی۔ جب تک میرا کام ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ میرا تھا۔ اور اس وقت جبکہ
ختم ہو گیا ہے۔ سارے اترکوٹ کا ہے۔ اب مجھے کوئی حق نہیں کہ میں
اسے تباہ کروں ؛

قاصد۔ راجکمار کا حکم ہے۔ کہ وہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لیں گے ؛

بھبوتی۔ کیا یہ بات راجکمار نے کہی ہے ؟ کیا راجکمار ہمارا نہیں ہے ؟

قاصد۔ راجکمار نے یہ کہہ دیا ہے۔ کہ ایشور کی مرضی بڑی ہے یا اترکوٹ کے
راج پاٹ کی یہ مشین درمیان میں سے ہٹا دی جائیگی ؛

بھبوتی۔ میں اپنی مشین کی طاقت سے یہ ثابت کروں گا کہ ایشور کا سنگھاسن
ہمارا ہے۔ راجکمار سے کہہ دو کہ اب مشین کو گرانے کے لئے کوئی راستہ
باقی نہیں رہا ؛

قاصد۔ اگر ایشور اسے گرانا چاہے گا تو اسے راستے کی ضرورت نہیں ہوگی۔
چھوٹا سا سوراخ بھی تباہی کے لئے کافی ہے ؛

بھبوتی۔ سوراخ ؟ تمہیں اس کا علم کیسے ہوا ؟

قاصد۔ میں کچھ نہیں جانتا، جو استعمال کرتا ہے وہ جانتا ہے ؛

(قاصد چلا جاتا ہے)

(انز کوٹ کے شہری مندر کی طرف بڑھتے ہوئے جا رہے ہیں۔ اور راستے میں بھبوتی سے ملتے ہیں)

پہلا شہری ۔ انجینئر صاحب! آپ بھی کمال کے آدمی ہیں۔ آپ تو دونوں میں ہی چمک گئے۔

دوسرا شہری ۔ ارے بھائی! یہ تو آپ کی شروع سے ہی عادت تھی، کوئی شخص اس بھید کو نہ پا سکا۔ کہ آپ کس طرح دوڑ میں سب سے آگے رہے۔ ارے یہ وہی سر منڈا بھبوتی ہے۔ مدرسے میں اُستاد جس کے کان کھینچا کرتا تھا، ہمارے ساتھ ہی تو پڑھا کرتا تھا۔ اور آج تو اُس نے ہم کو بھی حیرانگی میں ڈال دیا۔

تیسرا شہری ۔ او گبھرو! کیا بات ہے۔ کیوں مُنہ کھولے ہوئے یہاں کھڑے ہو؟ کیا تم نے پہلی بار بھبوتی کو دیکھا ہے۔ ذرا پھولوں کے ہار لگاؤ، ہم بھبوتی کو ہار پہنائیں۔

بھبوتی ۔ نہیں! نہیں!! ایسا کرنے سے کیا فائدہ!

تیسرا ۔ آپ نے کیوں نہ کی؟ اگر آپ کی بڑائی کا خیال کیا جائے۔ تو آپ کی گردن اُونٹ جتنی لمبی ہونی چاہیئے۔ اور ہم آپ کو ہاروں سے لاد دیں۔

دوسرا ۔ ہریش! ابھی تک ہمارا ڈھولچی نہیں آیا۔

پہلا ۔ ہمارا وہ شخص بھی کاہلوں کا بادشاہ ہے۔ ڈھول کی بجائے اس کی پیٹھ

کی خاطر کرنی چاہیئے ۔

تیسرا ۔ اسے! یہ بات بھی تو ہے ۔ کہ ہمیں ڈھول بھی بجانا نہیں آتا ۔

چوتھا ۔ میرے جی میں آیا تھا ۔ کہ میں بھوتی کے لئے سماتنا کی رکھشے آؤں ۔ لیکن میں نے سُنا ہے کہ مہاراجہ بھی پیدل آ رہے ہیں ۔ اس لئے ہمیں بھوتی کو کاندھوں پہ اُٹھا لینا چاہیئے ۔

بھوتی ۔ نہیں! نہیں!! یہ زیادتی ہے ۔

پانچواں ۔ کوئی زیادتی نہیں ، تم اتر کوٹ کی گود میں پیدا ہوئے ہو اور اب تمہیں کاندوں پر اُٹھایا جائے گا ۔

(وہ بھوتی کو کاندھوں پہ اُٹھا لیتے ہیں ۔ ناچتے گاتے اور نعرے لگاتے ہوئے سب باہر نکل جاتے ہیں ۔)

(راجہ رنجیت سنگھ اور اس کا وزیر داخل ہوتے ہیں)

راجہ ۔ وزیر! تم شیو ترائی کی رعایا کو رام کرنے میں ناکام رہے ۔ اور اب تو بھوتی مُکت دھارا کا پانی بند کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے ۔ لیکن یہ کیا بات ہے تم کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہیں کرتے کیا حسد کرتے ہو ؟

وزیر ۔ مہاراج! شما کیجئے ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم پھاوڑوں اور کدالوں کی امداد سے پتھر اور مٹی سے کھیلیں ، ہمارا ہتھیار سیاست ہے ، ہمیں تو لوگوں کے دماغوں سے کام لینا ہے ۔ میں نے ہی مہاراج کو یہ مشورہ دیا تھا ۔ کہ راجکمار کو شیو ترائی میں بھیجا جائے ۔ اگر پالیسی کے ہتھیار سے بند لگایا جاتا تو یقیناً وہ اس بند سے کہیں مضبوط ہوتا ۔ جو اس وقت بھوتی

کے ہاتھوں سے بنا ہُوا نظر آ رہا ہے ۔

راجہ ۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلا ؟ دو برس سے انہوں نے تاوان ادا نہیں کیا ۔ یہ قحط تو ہمیشہ ہی آیا کرتے ہیں لیکن وہ تاوان ادا کر دیا کرتے تھے ۔

وزیر ۔ مہاراج ! اس وقت تاوان اور ٹیکس سے زیادہ قیمتی چیز لی جا رہی تھی ۔ جبکہ مہاراج نے راجکمار کو واپسی کا حکم دے دیا ۔ چھوٹی سی چیز کو حقیر سمجھنا راجاؤں کی شان نہیں ، جب برداشت باقی نہیں رہتی ۔ تو دُکھ اُٹھا اُٹھا کر چھوٹی چیزیں بہت بڑی ہو جاتی ہیں ۔

راجہ ۔ وزیر ! ہر سمے تم اپنے سماچار کی سُریں بدلتے رہتے ہو ، مجھے خوب یاد ہے ۔ جب تم نے ایک بار کہا کہ اونچائی پر بیٹھے ہوئے شخص کو نیچے کھڑے ہوئے لوگوں پر دباؤ ڈالنا ضروری ہوتا ہے ۔ اور چور ما یا ہمارے دیش کی نہیں اس پر دباؤ ڈالنا بہت ضروری ہوتا ہے ۔

وزیر ۔ ہاں ! مہاراج میں نے یہ کہا تھا ۔ لیکن اس وقت سماں کچھ اور تھا ۔ اس لئے میں نے ایسا مشورہ دیا تھا ۔ لیکن اب ــــــــ

راجہ ۔ راجکمار کو شونترائی میں بھیجنا میری مرضی کے خلاف تھا ۔

وزیر ۔ کیوں مہاراج !

راجہ ۔ دُور رہنے سے دبدبہ قائم رہتا ہے ۔ اور ہر روز کا ملنا جُلنا قدر گھٹا دیتا ۔ تم اپنے دیش کے رہنے والوں کو پیار سے جیت سکتے ہو ۔ لیکن بدیشی لوگوں کے دلوں پر ڈر کی حکومت ہوتی ہے ۔

وزیر ۔ مہاراج ! آپ بھُول رہے ہیں کہ راجکمار کو شونترائی میں کیوں بھیجا ۔

گیا تھا، کئی دنوں سے ہم دیکھ رہے تھے۔ کہ راجکمار کو کسی پل چین نہ پڑتا تھا۔ اور ہمیں اس بات کا یقین بھی ہو گیا تھا۔ کہ راجکمار کو اس بات کا احساس ہو گیا ہے۔ کہ وہ راج محل میں پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ گنگت دھارا کے نزدیک اٹھایا گیا ہے۔ ہم نے یہ چاہا کہ اُسے کوئی دُکھ نہ پہنچے اس لئے ــــــ

راجہ۔ میں جانتا ہوں، وہ رات کے وقت اکیلا گنگت دھارا کے منبع کے قریب جا کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ ایک بار میں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور اس سے پوچھا کہ وہ اس وقت یہاں کیا کرنے آیا ہے تو اس نے کہا "میں پانی کی ان لہروں کے شور میں اپنی ماتا کی زبان دیکھ رہا ہوں"۔

وزیر۔ مہاراج! ایک بار میں نے پوچھا "راجکمار! آپ اکثر محل سے باہر کیوں رہتے ہیں۔" تو انہوں نے جواب دیا "میں دنیا میں نئے راستے کھولنے آیا ہوں"۔ راجکمار کے جیون کا یہ سب سے بڑا کارن ہے اور یہ پورا ہونا چاہیئے۔

راجہ۔ لیکن اُسے تو ایک بہت بڑا راج سنبھالنا ہے۔ اس کا کیا ہوگا!

وزیر۔ مہاراج! آپ کے گرو کے گرو نے یہ بانی سنائی تھی۔

راجہ۔ ممکن ہے وہ غلطی پر ہو۔ میں راجکمار پہ دھیان ڈالتا ہوں تو مجھے گھاٹا ہی گھاٹا نظر آتا ہے۔ چند دن ہوئے اس نے اپنی نادانی سے ندی کی گھاٹی کی دیوار گرا کر ہمارے باپ دادا کی بہت بڑی محنت پر پانی پھیر دیا۔ معلوم ہے اب کیا ہوگا؟ شونرائی کی اُدان اور دوسری چیزیں

روک ٹوک کے بغیر دوسری منڈیوں میں چلی جائیں گی۔ اور اس سے
اتر کوسٹ میں کھانے پینے کی تمام چیزیں مہنگی ہو جائیں گی،

وزیر۔ مہاراج آپ یہ بات نہ بھولیں کہ راجکمار نوجوان ہے۔ اور صرف اپنے
فرض کا ایک پہلو اپنے سامنے رکھتا ہے۔ اور وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ
شو ترائی کے رہنے والوں کا دل نہ دُکھے۔

راجہ۔ اور اسی بات کو تو میں بغاوت کہتا ہوں ہمیں تو پورا شواش ہے۔
کہ شو ترائی کے بیراگی دُھن بجے کا جو ہماری رعایا کو ہمارے خلاف بھڑکا تا
رہتا ہے۔ اس بات میں پورا ہاتھ ہے۔ ہمیں اس شخص کا اس کی مالا کے
ساتھ گلا گھونٹ دینا چاہیئے، اسے قید کرنا بڑا ضروری ہے!

وزیر۔ میں مہاراج کی بات کو جھٹلا نہیں سکتا لیکن مہاراج اس بات کو تو جانتے
ہوں گے کہ بعض خطروں کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے۔

راجہ۔ تم اندیشہ مت کرو وزیر!

وزیر۔ لیکن مہاراج! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو کوئی اندیشہ نہ ہو۔

(ایک پہریدار داخل ہو رہا ہے)

پہریدار۔ مہاراج! آپ کے چچا وشواجیت راجہ موہن گڑھ تشریف لائے
ہیں۔

راجہ۔ ایک اور آگیا ہے، یہ ان تمام لوگوں کا سردار ہے۔ جنہوں نے راجکا
ستیاناس کیا۔ وہ شخص جو رشتہ دار ہو اور پھر پرایا ہو وہ کبڑے
کے کوہان کی طرح ہے۔ جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ

عزیب اسے کاٹ بھی نہیں سکتا۔ اور اُٹھا بھی نہیں سکتا، یہ شور ہے کیا؟

وزیر۔ مہاراج! پجاری مندر سے باہر نکل کر مندر کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔

(پجاری گاتے ہوئے گزرتے ہیں)

(راجہ کا چچا وشوا جیت داخل ہوتا ہے)

راجہ۔ آیئے میں پرنام کرتا ہوں، مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ آپ بھی آج ہماری پوجا میں شامل ہوں گے۔

وشوا جیت۔ میں تمہیں ایک بات کہنے آیا ہوں۔ کہ بھیرو جی تمہاری آج کی پوجا کبھی بھی منظور نہیں کریں گے۔

راجہ۔ آپ کے ایسے شبدوں سے ہمارے بڑے تہوار کی ہتک ہوتی ہے۔

وشوا جیت۔ تہوار! کیسا تہوار؟ اس پانی کے دھارے کو بند کرنے کا تہوار جو کہ دیوتاؤں نے پیاسوں کے لئے بنایا ہے؟ تم نے کیوں ایسا کیا؟

راجہ۔ دشمنوں کو نیچا دکھانے کے لئے!

وشواجیت۔ کیا تم پرماتما کو اپنا دشمن بنانے سے نہیں ڈرتے؟

راجہ۔ ہماری جیت پرماتما کی جیت ہے، وہی اُترکوٹ کا رکھوالا ہے، یہ اسی کی اچھیا ہے کہ ہم شو ترائی کو اُترکوٹ کے چرنوں میں ڈال

دیں ؛

وشواجیت۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو تمہاری پُوجا پوجا نہیں بلکہ تنخواہ ہے جو تم پرماتما کو دے رہے ہو ؛

راجہ۔ چچا! آپ باہر کے لوگوں کا ہمیشہ ساتھ دیتے ہیں۔ اور اپنے دیش والوں کا بُرا چاہتے ہیں اب آپ نے ہی اُلٹی پلٹی سکشا ابھیجیت کو دی جس کے کارن وہ راج پاٹ کا فرض بالکل بھول گیا ؛

وشواجیت۔ میں نے شکشا دی؟ کیا ایک وہ وقت نہ تھا جب میں دل وجان سے تمہارے ساتھ تھا۔ جب تمہارے کارن پُانا میں بلوہ ہُوا تو کیا میں نے اس بلوے کو نہیں دبایا تھا؟ پھر ابھیجیت میرے ہردے میں سما گیا۔ اور میرے ہردے کا سارا اندھیرا دُور ہُوا تم نے ابھیجیت کو اپنے گھر میں ڈالا۔ کیونکہ تم جہتے تھے کہ یہ لڑکا ایک دن ساری دُنیا کا راجہ ہوگا۔ اور آج تم اسے صرف اتنے کوٹ میں باندھ کر رکھنا چاہتے ہو ؛

راجہ۔ آپ نے ہی یہ بھانڈا پھوڑا ہوگا۔ کہ راج کمار راجہ کا بیٹا نہیں بلکہ وہ مکت دھارا کے قریب پڑا ہُوا پایا گیا ؛

وشواجیت۔ ہاں! میں نے کہا، دیوالی کے دن میں نے یہ بھید کھولا، وہ اکیلا جھروکے میں کھڑا ہُوا گوری پہاڑ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "تم کیا دیکھ رہے ہو؟" تو کہنے لگا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ آنے والے راستے میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ وہ راستے جو ابھی تک

کٹھن گھاٹیوں میں بنائے نہیں جا سکے، ان راستوں سے دور رہنے والے نزدیک ہو جائیں گے، جب میں نے راجکمار کی زبان سے یہ سنا تو میں نے دل میں خیال کیا کہ اس بالک کو کبھی بھی قید میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس کی ماں نے مکت دھارا کے کنارے اسے جنم دیا اور بچہ جوان ہو کر ساری دنیا کو اپنا بنا رہا ہے۔ مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے آنا کہا: "میرے بیٹے! جب تم سڑک کے کنارے پیدا ہوئے تھے۔ تو اس ننگے پہاڑ نے تمہیں پناہ دی تھی۔"

راجہ۔ اب میں سمجھا۔

وشواجیت۔ کیا سمجھے؟

راجہ۔ جب سے راجکمار ابھجیت نے تم سے یہ بات سنی۔ اسے راج پاٹ کی کسی چیز سے محبت نہ رہی۔ سب سے پہلے اس نے ندی کی گھاٹی کی دیوار توڑ ڈالی۔

وشواجیت۔ آخر ہوا کیا؟ کھلی سڑک پر چلنے کا ہر ایک کو ادھیکار ہے۔ اتر کوٹ کے لوگوں کو بھی اور شوترائی کے باسیوں کو بھی۔

رنجیت۔ چچا میں نے آپ کی بہت ہی باتیں سہیں۔ لیکن اب مجھ میں طاقت نہیں رہی۔ آپ میری راجدھانی چھوڑ کر فوراً چلے جائیں!

وشواجیت۔ میں چلا جاؤں؟ میں نہیں جا سکتا، ہاں! اگر تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے تو مجھے رنج ہوگا۔

(باہر چلا جاتا ہے)

(امبا داخل ہوتا ہے)

امبا۔ آپ کون ہیں۔ سورج ڈوبنے لگا۔ لیکن میرا سومن ابھی تک نہیں آیا۔

راجہ۔ تم کون ہو؟

امبا۔ میں؟ میں تو کچھ بھی نہیں، جو سب کچھ میرا تھا وہ مجھ سے چھین لیا گیا اسی راستے پر چھین لیا گیا تھا، کیا ابھی تک میرا سومن پہاڑی راستے پر جا رہا ہے، سورج ڈوب رہا ہے، اندھیرا چھا رہا ہے، چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے!

راجہ۔ (وزیر سے) معلوم ہوتا ہے کہ ——

وزیر۔ ہاں مہاراج، بند بنانے والے مزدوروں میں سے کسی کی ماں ہے۔

راجہ۔ غم نہ کرو۔ تمہارے بیٹے کو بڑی سوغات مل چکی ہے۔

امبا۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ سوغات لے کر ضرور شام کے وقت میرے پاس آتا، میں اس کی ماں ہوں۔

راجہ۔ وہ ضرور لائے گا، ابھی شام کا سمے نہیں ہوا۔

امبا۔ ایشور کرے تمہاری بات سچی ہو، میں تو اسی سڑک پر اس کا انتظار کروں گی۔

(چلی جاتی ہے)

(ایک سکول ماسٹر چند لڑکوں کے ساتھ داخل ہوتا ہے)

ماسٹر۔ یہ پاجی تو صرف ڈنڈے سے قابو میں آتے ہیں۔ ہاں، زور زور سے

کہو "راجہ کی جے"

(بچے زور سے "راجہ کی جے" کہتے ہیں)

راجہ۔ کہاں جا رہے ہو تم؟

ماسٹر۔ مہاراج! آپ شاہی انجنیئر بھبوتی کی شان بڑھانے والے ہیں۔

۔ میں بھی بچوں کو ساتھ لیکر اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے جارہا ہوں، میرے بچے اس موقع پر ضرور وہاں ہونے چاہئیں۔

راجہ۔ کیا یہ بچے جانتے ہیں کہ بھبوتی نے کیا کام کیا ہے؟

بچے۔ (تالیاں بجاتے اور ناچتے ہوئے) ہاں! ہاں!! ہم جانتے ہیں۔ اس نے شوترائی کے باشندوں کا پینے کا پانی بند کر دیا ہے۔

راجہ۔ اس نے کیوں بند کیا؟

بچے۔ انہیں سبق دینے کے لئے۔

راجہ۔ کیسے؟

بچے۔ تاکہ انہیں سزا ملے۔

راجہ۔ کیوں؟

بچے۔ وہ بہت بُرے آدمی ہیں۔

راجہ۔ کیوں بُرے آدمی ہیں۔

بچے۔ بس وہ بُرے آدمی ہیں۔ یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہے، آپ نہیں جانتے؟

راجہ۔ تو پھر تم نہیں جانتے کہ وہ کیوں بُرے ہیں؟

ماسٹر۔ مہاراج! وہ جانتے ہیں، لڑکوں سے، ارے نالائقو! تمہیں کیا

ہو گیا ہے، کیا تم نے ــــــ تم نے کتابوں میں نہیں پڑھا ؟

ــــــ نہیں پڑھا ؟ (آہستہ آواز میں) ان کا دھرم خراب ہے ۔

بچے ۔ ہاں ہاں! ان کا دھرم خراب ہے ۔

ماسٹر ۔ اور وہ ہماری طرح نہیں ہیں ۔ ہاں ہاں!! کہو تمہیں یاد نہیں رہا ۔ (ناک کی طرف اشارہ کرتا ہے)

بچے ۔ ہاں! ان کی ناک اونچی نہیں ہے ۔

ماسٹر ۔ شاباش! اونچی ناک کن کی ہوتی ہے ؟

بچے ۔ اونچی ذات والوں کی!

ماسٹر ۔ ٹھیک! اور اونچی ذات والے کیا کرتے ہیں، ہاں ہاں!! بولو ــــــ وہ اپنے لئے دُنیا فتح کیا کرتے ہیں ــــــ بولو!

بچے ۔ ہاں وہ اپنے لئے دُنیا فتح کیا کرتے ہیں ۔

ماسٹر ۔ کیا آج تک اننکو کسی لڑائی میں ہار ہوئی ہے ؟

بچے ۔ کبھی نہیں!

ماسٹر ۔ تم جانتے ہو ہمارے مہاراج کے داد نے کس طرح ۲۹۳ سپاہیوں سے دشمن کے چالیس ہزار سپاہیوں کو مار بھگایا، کیا یہ سچ نہیں ہے ؟

بچے ۔ بالکل سچ!

ماسٹر ۔ مہاراج! آپ دیکھیں گے ۔ کہ یہ بچے ایک دن ہمارے دیش کے دشمنوں کو نشٹ کریں گے ۔ ہم ماسٹروں پر بڑی ذمہ داریاں ہیں ۔

اور میں ایک پل بھی نہیں بھول سکتا۔ ہم انسان بناتے ہیں۔ اور آپ کے سیاست دان انہیں استعمال کرتے ہیں پھر بھی مہاراج ہماری اور ان سیاست والوں کی تنخواہوں میں کتنا فرق ہے۔

وزیر۔ لیکن یہ لڑکے تمہارا سب سے بڑا انعام ہیں۔

ماسٹر۔ اماں! آپ نے سچ کہا، بڑا انعام —— لیکن کیا کیا جائے آجکل کھانے پینے کی تمام چیزیں مہنگی ہو رہی ہیں، اب دیکھئے مکھن پہلے۔

وزیر۔ بس رہنے دیجئے ماسٹر صاحب، آپ کے لئے مکھن کا انتظام ہو جائے گا۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔

(ماسٹر لڑکوں سمیت چلا جاتا ہے)

راجہ۔ اس شخص کے ذہن میں مکھن کے سوا کوئی اور چیز نہیں تھی۔

وزیر۔ لیکن مہاراج! اس قسم کے آدمی بڑے کام کے ہوتے ہیں جیسا کہ اسے ہدایت کی گئی ہے۔ اسی طرح وفاداری کے ساتھ وہ اپنا سبق دہراتا رہتا ہے۔ اگر اس میں تھوڑی سی عقل ہوتی تو یہ ہمارے لئے زیادہ کام کا نہ ہوتا۔

راجہ۔ وہ سامنے آسمان میں کیا لٹکا ہوا ہے؟

وزیر۔ مہاراج! آپ بھول گئے، یہی ہے بھبوتی کی مشین!

راجہ۔ آج تو بالکل صاف نظر آ رہی ہے، کیا تم نہیں دیکھ رہے۔ کہ مشین کے پیچھے سورج کتنا غصے سے چمک رہا ہے۔ مشین کو اتنا اونچا نہیں ہونا چاہیئے تھا!

وزیر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے رکہ آکاش کے سینے میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے۔

راجہ۔ چلو مندر کی طرف چلیں (وہ چلے جاتے ہیں)
(اتر کوٹ کے باسیوں کا دوسرا گروہ داخل ہوتا ہے)

پہلا باسی۔ کیوں بھائی تم نے دیکھا بھبوتی ہم سے کس طرح کنی کتراتا ہے وہ یہ کوشش کر رہا ہے۔ گویا وہ ہم میں سے نہیں، ایک دن اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ تلوار کے لئے یہ اچھا نہیں کہ وہ میان سے بڑھ جائے۔

دوسرا باسی۔ تم کچھ ہی کہو لیکن بھبوتی نے اتر کوٹ کا نام اونچا کر دیا ہے"

پہلا۔ یہ فضول بات ہے، تم اسے بہت بڑھا رہے ہو، یہ بند دس دفعہ ٹوٹ چکا ہے۔

تیسرا۔ کون جانے کہ اب یہ بند نہ ٹوٹے گا۔

پہلا۔ کیا تم نے اُتر کی طرف ٹیلا دیکھا ہے؟

دوسرا۔ ہاں! ہاں!! اسے کیا ہے؟

پہلا۔ تم نہیں جانتے؟ جس نے بھی دیکھا وہ جانتا ہے کہ ——

دوسرا۔ کچھ کہو بھی، آخر وہ کیا ہے؟

پہلا۔ تم تو پگلے ہو، کیا تم نہیں جانتے کہ ایک سرے سے لیکر دوسرے تک —— اچھا۔ چھوڑو اس بات کو!

دوسرا۔ ارے بھائی! میرے پلے تو خاک بھی نہیں پڑا۔ کچھ کہو گے بھی۔

پہلا - صبر کرو، یہ بند اپنی زبان سے سب کچھ کہدے گا - جب کہ اچانک یہ ٹوٹ گیا ۔

دوسرا - اچانک ؟ اُف ! بڑا بھیانک نظارہ ہوگا ۔

پہلا - ہاں ! جاگرو تم کو بتائیگا - اس نے ایک ایک انچ ناپ لیا ہے ۔

دوسرا - بڑا ہوشیار ہے یہ جاگرو - بس، وہ مست ہو کر ٹھنڈے دل سے اپنے کام میں لگا رہتا ہے ۔

تیسرا - بعض آدمی کہتے ہیں کہ بھوتی کی ساری کاریگری ـــــ

پہلا - ہاں ! ہاں !! اس نے ساری کاریگری بنکوٹ ورما سے چرائی ہے - وہ بہت بڑا آدمی تھا - اس کی برابری کون کر سکتا تھا - ظالم بڑا ہی دو دان تھا - اور سارا انعام تو بھوتی لے گیا - اور وہ بیچارا بھوک سے بلک بلک کر مر گیا ۔

تیسرا - صرف بھوک ؟

پہلا - کوئی کیا جانتے، بھوک سے مرا تھا - یا کسی نے کھانے میں زہر دیدیا - لیکن اب بات کرنے کا کیا فائدہ، کوئی سُن پائے تو غضب ہو جائے - ہمارے ہاں کے لوگ تو ایسے ہیں کہ کسی کی بابت اچھی بات سننا گوارا نہیں کرتے ۔

دوسرا - جو کچھ تم کہتے ہو ـــــ

پہلا - چھوڑو اس قصے کو، چلو سندر چلیں، ہم بھوتی کے گاؤں کے رہنے والے ہیں - اور ہماری جگہ اس کے دہنی طرف ہوگی -

(باتو پردے کے پیچھے سے چلاتا ہے)

آواز۔ سجنو! وہاں مت جاؤ، یہاں سے ہی واپس چلے جاؤ۔

دوسرا۔ لو! بوڑھا باتو بھی آگیا۔

(باتو پھٹے ہوئے کمبل اور ٹیڑھی سوٹی لئے ہوئے داخل ہوتا ہے)

باتو۔ دوستو! کان کھول کر سنو، اس راستے پر مت جاؤ۔ ابھی وقت ہے واپس چلے جاؤ۔

دوسرا۔ کس لئے؟

باتو۔ وہ آدمیوں کو بھینٹ چڑھا رہے ہیں، وہ زبردستی میرے دو پوتے لے گئے اور وہ اب تک واپس نہیں آئے۔

پہلا۔ ارے پاگل! ہم تو بھیرو مندر میں جا رہے ہیں۔

باتو۔ کیا تم نے نہیں سنا یہ لوگ بھیرو جی کو سنگھاسن سے نیچے اتار کر کسی راکشس کو وہاں بٹھانا چاہتے ہیں؟

دوسرا۔ پگلے! اپنا زبان بند رکھو۔ اگر اترکوٹ کے رہنے والوں نے یہ سن لیا تو، وہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

باتو۔ یہ لوگ مجھ پر کیچڑ اچھال رہے ہیں، بچے پتھر پھینک رہے ہیں، اور ہر ایک یہی کہتا ہے "تم بڑے خوش قسمت ہو کہ تمہارے پوتے بھینٹ چڑھ گئے!"

پہلا۔ سچ تو ہے!

باتو۔ سچ ہے؟ اگر جیون کی بھینٹ سے جیون نہ ملے۔ اور اگر موت کے

بعد تمہیں موت ہی ملتی ہے۔ تو پھر بھیرو دیوتا کبھی بھی ایسی بھینٹ کو قبول نہیں کرے گا، سمجھو! میں تمہیں خبردار کرتا ہوں، اس راستے پر مت جاؤ۔"

(وہ چلا جاتا ہے)

دُوسرا۔ بھئی! بات یہ ہے کہ اس شخص کی باتوں سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔

پہلا۔ رانجو! تم بڑے بزدل ہو، آؤ چلیں!

(وہ سب چلے جاتے ہیں)

(راجکمار ابھجیت اور سانجے داخل ہوتے ہیں)

سانجے۔ راجکمار! آپ کیوں راج محل چھوڑ رہے ہیں؟

راجکمار۔ تم نہیں جان سکتے، تم کیسے جان سکتے ہو کہ میری زندگی ایک آزاد ندی کی طرح ہے۔ جو راج محل کی اینٹوں کے اوپر سے بہنا چاہتی ہے۔

سانجے۔ ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ آپ کچھ دنوں سے بے چین ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بندھن جو ہمارے تمہارے درمیان تھا وہ ڈھیلا ہو رہا ہے۔ کیا وہ بندھن ٹوٹ گیا؟

راجکمار۔ سانجے! ذرا گوری پربت کے پرے دیکھو۔ سورج کس طرح ڈوب رہا ہے۔ ایک پنچھی اپنے پر پھیلائے ہوئے رات کے اندھیرے کی طرف جا رہا ہے۔ اس دھندلکے میں میرے جیون کی تصویر کھنچ گئی ہے۔

سلبنجے۔ میرے لئے تو یہ تصویر کچھ اور ہی رنگ کی ہے۔ ذرا دیکھئے تو یہ بڑی مشین کیسے شام کے سینے میں کھبی ہوئی نظر آتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑا پنچھی رات کے اندھیرے میں چھلانگ مارنے لگا ہے۔ شگون اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اب آرام کا وقت ہے۔ راج محل میں چلیئے۔

راجکمار۔ جب راستے میں رُکاوٹ ہو پھر آرام کیسا؟

سلبنجے۔ کیا آپ نے اس رُکاوٹ کو پا لیا ہے۔ جس کا آپ کئی بار ذکر کر چکے ہیں۔

راجکمار۔ جب مجھے یہ پتہ چلا کہ مکت دھارا کا پانی باندھ دیا گیا ہے۔ اس وقت میں نے رُکاوٹ کو پا لیا۔

سلبنجے۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔

راجکمار۔ ہر ایک شخص کے اندر ایک اور جیون ہوتا ہے۔ اور اس کا بھید کہیں باہر کی دُنیا میں لکھا ہوتا ہے۔ میرے جیون کے اندر کا بھید اس مکت دھارا پہ لکھا ہوا ہے۔ جب اُس پانی کی آزادی کو ختم کر دیا گیا۔ اس وقت میرے جیون پہ ایک دھکا لگا۔ اتر کوٹ کا راج پاٹ میرے جیون کے دھارے میں ایک روک ہے۔ میں باہر کھلی سڑک پر آ گیا ہوں۔ تاکہ آزادی کے راستے کو صاف کر سکوں۔

سلبنجے۔ کیا مجھے آپ اپنا ساتھی نہ بنائیں گے؟

راجکمار۔ نہیں تمہیں اپنا راستہ آپ تلاش کرنا ہوگا۔ اگر تم میرے

سلئے ہیں چلے تو تمہارے راستے پہ اندھیرا چھا جائے گا ؟

سانجے ۔ راجکمار! اتنے کٹھور تو نہ بنو! آپ کی باتوں سے مجھے دکھ پہنچتا ہے ؟

راجکمار ۔ تم میرے ہردے کو اچھی طرح پہچانتے ہو اور اگر تمہیں مجھ سے دکھ بھی پہنچے پھر بھی تم مجھے جانتے ہو ؟

سانجے ۔ میں آپ سے یہ نہیں پوچھنا چاہتا ۔ کہ آپ کو آواز کہاں سے آتی ہے ۔ اس وقت محل کے مینار سے رات کا گیت شروع ہو گیا ہے ۔ کیا یہ بلاوا نہیں ہے ۔ مانا کہ دکھ درد کی شان بڑی ہوتی ہے لیکن میٹھے راگ کی بھی کچھ نہ کچھ قیمت ہوتی ہے ؟

راجکمار ۔ دکھ درد کے پیچھے جانا میٹھے راگ کی قیمت ادا کرنا ہے ؟

سانجے ۔ آپ کو یاد ہے ۔ اگلے دن آپ پرارتھنا کر رہے تھے ۔ تو آپ کنول کا ہی پھول دیکھ کر حیران رہ گئے تھے ۔ کسی نے آپ کے جاگنے سے پہلے ہی کنول کے پھول اکٹھے کئے اور آپ یہ نہیں جانتے کہ وہ کون تھا ۔ اس چھوٹے سے واقعہ پر غور کرو راجکمار!

کیا آپ اس شرمیلی عورت کو بھی بھول جائیں گے ۔ جو آپ کے راستے میں کبھی نہیں آئی ؟

راجکمار ۔ ہاں میں اس کی شردھا کی قدر کرتا ہوں ۔ اور اس کے پریم کی خاطر میں یہ گھناؤنی باتیں برداشت نہیں کر سکتا ۔ اس سے دھرتی کا گیت بند ہو جائیگا ؟

(بانو داخل ہوتا ہے)

بانو۔ وہ مجھے آگے نہیں جانے دیتے، اُنہوں نے مجھے مار مار کر پیچھے ہٹا دیا ہے۔

راجکمار۔ کیا ہُوا بانو؟ یہ تمہارے ماتھے پہ چوٹ کیسے لگی؟ ہیں۔ اِس سے لہو بھی بہ رہا ہے!

بانو۔ میں انہیں چتاونی دینے آیا تھا، میں نے کہا اس راستے پر مت چلو، واپس چلے جاؤ۔

راجکمار۔ کیوں؟

بانو۔ راجکمار! کیا آپ نہیں جانتے؟ یہ لوگ مشین پر انسانوں کی بھینٹ چڑھانے آئے ہیں۔ میرے دو پوتوں کا لہو تو اس کی بنیادوں میں پڑ چکا ہے۔ مجھے اُمید تھی کہ پاپ کے بوجھ سے پاپ کا یہ گھروندا خود ہی گر جائے گا لیکن ابھی تک گرا نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ بھیرو دیوتا ابھی تک سویا ہوا ہے۔

راجکمار۔ ہاں، یہ گھروندا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، وہ وقت آ پہنچا ہے۔

بانو (نزدیک آ کر آہستہ آواز میں) راجکمار! آپ نے سُن لیا ہو گا۔ آپ نے بھیرو دیوتا کی آواز سُن لی ہو گی!

راجکمار۔ ہاں میں سُن چکا ہوں۔

بانو۔ تو کیا آپ بھاگ نہیں سکتے؟

راجکمار۔ میں نہیں بھاگ سکتا۔

بانو۔ کیا آپ نہیں دیکھتے میرے زخم میں سے کیسے لہو بہہ رہا ہے جب

آپ کا دل خون ہوگیا۔ تو کیا اس زخم کو یاد رکھیں گے ؟

راجکمار۔ ہاں میں یاد رکھوں گا ؛

بانو۔ اس وقت بھی جب ہر ایک آپ کا دشمن ہوگیا۔ اور لوگوں نے آپ کو ٹھکرا دیا ؟

راجکمار۔ ہاں، اس وقت بھی ؛

بانو۔ تو پھر ڈر کاہے کا ؛

راجکمار۔ ڈر کی حد سے گزر چکا ہوں ؛

بانو۔ میں بھی اُسی راستے پر جارہا ہوں، مجھے مت بھولئیے راجکمار، آپ مجھے اندھیرے میں بھی پہچان سکیں گے، یہ زخم دیکھ لیجئے گا۔ جو بھیرو دیوتا نے میرے ماتھے پر لگایا ہے ؛

(بانو چلا جاتا ہے)

(اودھب راجہ کا محافظ داخل ہوتا ہے)

اودھب۔ راجکمار! آپ نے ندی کی گھاٹی کی سڑک کو کیوں کھول دیا ؟

راجکمار۔ اس لئے کہ شوترائی کے لوگ بھوکوں نہ مر جائیں ؛

دھب۔ ہمارا راجہ بہت نرم دل ہے، کیا وہ ہر وقت امداد نہیں کرتے ؟

جکمار۔ جب دایاں ہاتھ دان کرنے سے رُک جائے تو بائیں ہاتھ سے امداد نہیں دی جاسکتی، میں نے اسی لئے شوترائی کا راستہ کھول دیا ہے۔ ایسے رحم کا کیا فائدہ جس سے غریبوں کو اپنے رحم رکھا جائے ؛

دھب۔ مہاراج یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ آپ نے ندی گھاٹی کا حلقہ توڑ کر

اترکوٹ کی دیگ کا پیندا توڑ دیا ہے۔

راجکمار: اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اترکوٹ اپنے کھانے پینے کے لئے ہمیشہ شونترائی کی طرف نہیں دیکھے گا۔

اودھب: آپ نے یہ اچھا نہیں کیا، مہاراج کو اس کی خبر مل چکی ہے، میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ فوراً یہاں سے بھاگ جائیں،

(اودھب چلا جاتا ہے)

(امبا داخل ہوتی ہے)

امبا: سومن، میرے لاڈلے! ارے! تم میں سے کوئی بھی اس راستے پر نہیں گیا، جس پر میرے سومن کو لے گئے ہیں؟

راجکمار: کیا وہ تمہارے بیٹے سومن کو لے گئے؟

امبا: ہاں لے گئے، اسی طرف جس طرف سورج ڈوب رہا ہے۔ اور جیالے دل ختم ہو جاتے ہیں۔

راجکمار: میں بھی تو اسی راستے پر جا رہا ہوں۔

امبا: اچھا راجکمار! ایک بدقسمت عورت کو بھی یاد رکھنا، جب تم میرے لاڈلے سے ملو تو کہنا تمہاری ماں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

راجکمار: امبا! میں ضرور کہوں گا۔

(امبا چلی جاتی ہے)

(جنرل وجے پال داخل ہوتا ہے)

وجے پال: راجکمار! میں بندگی عرض کرتا ہوں مجھے مہاراج نے بھیجا ہے

راجکمار۔ مہاراج کی کیا آگیا ہے؟

وجے پال۔ میں علیحدہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سلبنجے (راجکمار کا بازو پکڑتے ہوئے) کیا کہا؟ مجھ سے بھی کوئی بھید ہے!

وجے پال۔ مہاراج کا حکم ایسا ہی ہے، راجکمار! آپ خیمے میں تشریف لے چلیں۔

سلبنجے۔ میں راجکمار کے ساتھ جاؤں گا (جانے لگتا ہے)

وجے پال۔ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، آپ مہاراج کے حکم کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

سلبنجے۔ اچھا! میں سڑک پر راجکمار کا انتظار کروں گا۔

(راجکمار ابھیت وجے پال کے ساتھ خیمے میں چلا جاتا ہے)

(ایک پھول والی داخل ہوتی ہے)

پھول والی۔ مہاراج! یہ بھبوتی کون ہے؟

سلبنجے۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟

پھول والی۔ میں ویدنالی سے آئی ہوں، اس شہر میں اجنبی ہوں، میں نے سنا ہے کہ بھبوتی کے راستے میں آج پھول نچھاور کئے جائیں گے، وہ ضرور دیوتا ہوگا، میں بھی اپنے باغ سے پھول بھینٹ کرنے کے لئے لائی ہوں۔

سلبنجے۔ وہ دیوتا نہیں ایک چالاک آدمی ہے۔

پھول والی۔ اس نے کیا کیا ہے؟

سانجے۔ اس نے پانی کو تیاگ کر دیا ہے!

پھول والی۔ کیا اسی لئے اس کی اتنی پرجا ہو رہی ہے؟ کیا ایشور کی یہی مرضی ہے؟

سانجے۔ نہیں! یہ ایشور کی مرضی کے بالکل خلاف ہے۔

پھول والی۔ میں کچھ سمجھ نہیں سکی۔

سانجے۔ اچھا ہے کہ تم کچھ نہیں سمجھ سکی، واپس چلی جاؤ (وہ واپس جانے لگتی ہے) لڑکی! بات سنو! میں یہ پھول خریدنا چاہتا ہوں۔

پھول والی۔ مہاراج! میں نے چاہا تھا کہ یہ پھول دیوتا کے چرنوں میں بھینٹ چڑھاؤنگی۔ اس لئے میں یہ پھول بیچنا نہیں چاہتی۔

سانجے۔ وہ دیوتا جس کی میں قدر کرتا ہوں۔ میں یہ پھول اس کی بھینٹ کروں گا۔

پھول والی۔ پھر آپ لے لیں (سانجے پیسے دینا چاہتا ہے) نہیں اس کی مول کوئی نہیں! صرف میرا نام عرض کر دیں۔ اور اتنا کہہ دیجئے۔ کہ دیوتا کی مالن نے یہ پھول دیئے ہیں۔

(وہ چلی جاتی ہے)

(وجے پال اندر آتا ہے)

سانجے۔ راجکمار کہاں ہے؟

وجے پال۔ وہ خیمے میں نظر بند کر دیئے گئے ہیں۔

سانجے۔ راجکمار کو نظر بند کر دیا گیا؟ یہ کس کی مجال ہے!

وجے پال۔ راج دربار کی طرف سے وارنٹ جاری ہوئے ہیں،

سانجے۔ یہ کس کی سازش ہے؟ مجھے راجکمار کے پاس جانے دو۔

وجے پال۔ معاف کیجئے، میں یہ نہیں کر سکتا۔

سانجے۔ تو مجھے بھی پکڑ لو، میں باغی ہوں۔

وجے پال مجھے حکم نہیں دیا گیا۔

سانجے۔ اچھا، میں خود حکم لاتا ہوں۔ (کچھ دور جا کر واپس آتا ہے) راجکمار کو میری طرف سے یہ پھول دے دینا۔ (دونوں چلے جاتے ہیں)

(شودرائی کا بیراگی دھن جے اور کچھ شودرائی کے باشندے اندر آتے ہیں)

دھن جے۔ (اپنے ایک باسی سے) کیوں، کیا بات ہے؟ تمہارا رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔

پہلا باسی۔ مہاراج! راجہ کا داماد چند پال بہت ظلم کر رہا ہے۔

(شودرائی کا لیڈر گنیش اندر آتا ہے)

گنیش۔ مہاراج! مجھے آ گیا دیجئے کہ میں اس پاپی چند پال کو اس کے ظلم کا مزہ چکھا دوں۔

دھن جے۔ بیٹا! تمہیں یہ دکھاتا ہے کہ چوٹ لگائے بغیر تم کیسے کامیاب ہو سکتے ہو، چپو سے لہروں کو پیٹا نہیں جاتا بلکہ اُن پر قابو پایا جاتا ہے۔

دوسرا باسی۔ آپ کیا چاہتے ہیں مہاراج!

دھن جے۔ اپنا سر اٹھاؤ اور یہ کہو کہ کوئی چیز تم پر چوٹ نہیں لگا سکتی۔ اس

سے کے بعد چوٹ لگانے والا ختم ہو جائے گا۔

تیسرا شہری۔ مہاراج! میں یہ کیسے کہوں! مجھے چوٹ لگتی ہے۔ اور میں کہوں کہ چوٹ نہیں لگتی۔

دھن جے۔ ہمارے اندر ایک آگ کا شعلہ ہوتا ہے اور وہی ہمارا اصلی جیون ہے۔ وہ سارے دکھوں کو جذب کر لیتا ہے، صرف ہمارے وحشی جسم کو ہی دکھ پہنچتا ہے۔ اور وہ چلاتا ہے، تم منہ کھولے کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا یہ میری بات نہیں سمجھے؟

دوسرا۔ باپو! ہم تمہاری بات سمجھ گئے ہیں۔ اگر ہم نہیں سمجھے تو آپ کا اس میں قصور نہیں۔

گنیش۔ مہاراج! آپ کی باتیں دیر سے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ لیکن ایک دفعہ سمجھ میں آجائیں تو ہم فوراً بچ جائیں۔

دھن جے۔ لیکن بچ جانے کے بعد؟

گنیش۔ ہم آپ کے پاس پناہ لینے آئیں گے۔ کیونکہ ہم آپ کو اپنا گرو سمجھتے ہیں۔

دھن جے۔ بالکل غلط، تمہاری آنکھیں ابھی تک غصے میں لال ہو رہی ہیں۔ اور تمہاری آواز میں راگ نہیں ہے، یا تو دکھ سے بچنے کے لئے تم یا تو دوسروں کو دکھ پہنچاتے ہو یا بھاگ جاتے ہو۔ یہ دونوں صفتیں وحشیوں کی ہیں، مجھے پکڑ لو! میرا سب کچھ چھین لو! دیکھو بچو! میں اپنے پرماتما سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ مجھے آزمائش میں ڈالے اور

دیکھیے کہ کوئی چوٹ مجھ پر اثر کرسکتی ہے یا نہیں، میں اس سفر میں اپنی
ناشکران آدمیوں سے بوجھل نہیں بننا چاہتا جو خود ڈرتے ہیں۔ اور
دوسروں کو بھی ڈراتے ہیں ؎

تمام یک زبان ہوکر۔ مہاراج! ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہمیں بتلیئے آپ
کدھر جا رہے ہیں ؎

دھن بجے۔ راجہ کے تہوار میں ؎

تیسرا۔ مہاراج! وہ تہوار آپ کے لئے نہیں ہے۔ وہاں آپ کیوں جاتے
ہیں؟

دھن بجے۔ راجہ کے دربار میں اپنا نام بتانے!

چوتھا۔ اگر راجہ نے آپ کو پکڑ لیا تو ـــ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا!!

دھن بجے۔ اے انسان! ایسا ہی ہوگا اور ضرور ہوگا ؎

پہلا۔ مہاراج! آپ راجہ سے نہیں ڈرتے؟

دھن بجے۔ تم اس لئے ڈرتے ہو کہ تم چوٹ لگانا چاہتے ہو۔ میں کسی کو دکھ
نہیں پہنچانا چاہتا۔ اس لئے نہیں ڈرتا ؎

دوسرا۔ اگر یہ بات ہے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں، چلیئے ؎

دھن۔ تم راجہ سے کیا کہو گے؟

تیسرا۔ باتیں تو بہت سی ہیں۔ لیکن معلوم نہیں وہاں کونسی منظور ہوگی ؎

دھن بجے۔ تم راجہ سے راج پاٹ کیوں نہیں مانگتے؟

دوسرا۔ مہاراج! آپ ٹھٹھا کر رہے ہیں؟

دھن جے۔ نہیں تو، راج پاٹ صرف راجہ کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں آدھا
حصّہ پرجا کا ہوتا ہے، اور اجہ کے لئے ہی تم راج پاٹ مانگو گے؟
دُوسرا۔ ہمیں دھکے دے کر باہر نکال دیا جائیگا۔
دھن جے۔ اگر تمہاری بات میں سچائی ہے۔ تو راجہ کی طرف سے جو دھکا
دیا جائیگا۔ وہ خود راجہ کو ہی لگے گا۔ ٹھہرو! میں تم کو سچائی کا ایک اصول
بتاؤں۔ جب تک تم یہ جانو کہ پرماتما ہی سب کا رکھوالا ہے۔ تو پھر راج
پاٹ کے لئے تمہاری بات فضول ہے، دربان ہمیں کیسے پہچانیں گے
جبکہ ہمارے شاہی چہروں پر گرد آئی ہوئی ہے۔ اس کے سوا ہمارے
پاس اور کوئی ثبوت نہیں۔
پہلا۔ مہاراج! آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ راجہ کے
دربار میں کیوں جا رہے ہیں!
دھن جے۔ میں بتاؤں؟ میں وہاں کیوں جا رہا ہوں؟ اس لئے کہ تمہارے
متعلق میرا ماتھا ٹھنکا ہے۔
پہلا۔ باپو!
دھن جے۔ تم تیرنے کی کوشش کرتے ہو؟ لیکن مجھ سے چمٹے ہوئے ہو۔
تم تیرنے کا سبق بھی بھول رہے ہو اور مجھے بھی نیچے گھسیٹنا چاہتے ہو۔
میں اکیلا جانا چاہتا ہوں۔
پہلا۔ لیکن راجہ آپ کو نہیں چھوڑے گا۔
دھن جے۔ راجہ کو میری ضرورت ہے۔

دوسرا۔ اگر آپ کو دُکھ پہنچایا گیا تو ہم چُپ نہیں رہ سکیں گے ؛

دھن جے۔ میں نے اپنا جسم پرماتما کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے تو مجھے دُکھ پہنچایا جائے تو تمہیں شانتی سے کام لینا ہوگا ؛

پہلا۔ باپو! ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اور دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے ؛

دھن جے۔ تم سب یہاں انتظار کرو، ہم اس شہر کو نہیں جانتے۔ ذرا میں ارد گرد سے کچھ معلوم کرنا چاہوں ؛

(وہ چلا جاتا ہے)

پہلا۔ کیا تم نے اتر کوٹ کے باسیوں کا روپ رنگ دیکھا ؟ معلوم ہوتا ہے کہ پرماتما جب انہیں بنا رہا تھا تو بناتے بناتے اچانک رُک گیا ؛

دوسرا۔ اور ان کی پوشاک کیسی بے ڈھنگی ہوئی ہے ؛

تیسرا۔ وہ اس طرح گھٹے ہوئے ہیں۔ گویا وہ کہیں ٹپک نہ پڑیں ؛

پہلا۔ کم بخت رات دن جُتے رہتے ہیں، ایک منڈی سے دوسری منڈی بس جاتے ہیں۔ بس اُن کو یہی دُھن ہے ؛

دوسرا۔ ان کا سماج بھی کسی کام کا نہیں اور ان کی کتابیں بھی بالکل ردّی ہیں ؛

تیسرا۔ وہ جیون کو اپنے ہتھیاروں سے ہلاک کرتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں سے اپنے گیان کو تباہ کرتے ہیں ؛

دوسرا۔ باپ! باپ! ہمارا گرو کہتا ہے۔ کہ ان کی چھاؤں میں جانا بھی پاپ ہے۔ جانتے ہو کیوں ؟

تیسرا۔ ہاں! بتاؤ۔

دوسرا۔ دیوتاؤں کی منڈلی میں جب امرت تقسیم ہو رہا تھا۔ اس وقت پیالوں سے کچھ قطرے باہر گر پڑے اور اس مٹی سے شیوتراائی کے باپ دادا کا خمیر اُٹھا۔ لیکن جب دیوتاؤں نے امرت پی لیا۔ اور پیالے توڑ کر پھینک دیئے۔ تو ان ٹکڑوں سے اتر کوٹ کے لوگ بنائے گئے اسی لئے یہ لوگ اتنے کھٹور اور گندے ہیں۔

تیسرا۔ تم نے یہ کہاں سے سُنا؟

دوسرا۔ اپنے گرُو سے۔

تیسرا۔ اسیں جھُکا کہ گرُو تم سچے ہو!

(اتر کوٹ کے باسیوں کا ایک گروہ داخل ہوتا ہے)

پہلا۔ سب کام ٹھیک ہے۔ لیکن راجہ نے بھوتی کو کشنرلوں میں داخل کر دیا ہے۔

دوسرا۔ ارے چھوڑو اس قصے کو، پھر دیکھا جائیگا، اس وقت ہمیں بھوتی کی جے" کے نعرے لگانے چاہئیں۔

تیسرا۔ اہا! وہ دیکھو، شیوترائی کے باسی!

پہلا۔ تم کیسے جانتے ہو؟

دوسرا۔ کیا تم ان کے کنٹوپ نہیں دیکھتے، عجب نظر آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرماتما ان کا بدن بناتے بناتے سر پر آ کر رُک گیا تھا۔ کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ پرماتما نے ان کے کان بنا کر بھُول کی؟

پہلا۔ اُنہوں نے اپنے کانوں کے سامنے ایک دیوار کھڑی کر دی ہے۔ تاکہ اِن کا گیان کبھی باہر نہ ٹپک جائے ۔

تیسرا۔ نہیں، کہیں باہر سے کوئی عقل کی بات ان کے کانوں میں نہ چلی جائے ۔

پہلا۔ اترکوٹ کا کوئی کان کھینچنے والا بھوت ان پر سوار ہو جائیگا ۔

(وہ سب قہقہہ لگاتے ہیں)

پہلا۔ کیا تم سب مٹی کے شیو ترائی کے رہنے والے ہو ؟

تیسرا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آج ہمارا تہوار ہے ؟ آؤ تہوار میں چلیں اور "بھبوتی کی جے" کا نعرہ لگائیں ۔

گنیش۔ ہم کیوں "بھبوتی کی جے" کا نعرہ لگائیں ؟ اس نے کیا کیا ہے ؟

پہلا۔ ارے بھائی ذرا سُننا، "اس نے کیا کیا ہے"۔ ابھی تک سب سے بڑی خبر جو اُن تک نہیں پہنچی، ارے یہاں یہ کنتوپ اتار دو (اترکوٹ کے باسی قہقہہ لگاتے ہیں)

تیسرا۔ کیا تم یہ پوچھتے ہو کہ اس نے کیا کیا ہے ؟ سُنو ! جس پانی سے تم اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ وہ اس کے ہاتھوں میں ہے، اگر اس نے وہ پانی روک رکھا۔ تو تم مینڈکوں کی طرح ٹرا ٹرا کر مر جاؤ گے ۔

شیو ترائی کا باسی۔ ہمارا پانی بھبوتی کے ہاتھ میں ؟ کیا وہ پرماتما بن گیا ہے ؟

اترکوٹ کا باسی۔ ہاں، اس نے پرماتما کو چھٹی دے دی ہے۔ اور اس کا کام اس نے خود سنبھال لیا ہے ۔

شیوترائی کا باسی۔ اس نے کیا کیا ہے؟

انترکوٹ باسی۔ اس نے مکت دھارا پر بند لگا دیا ہے!

(شیوترائی کے باسی قہقہہ لگاتے ہیں)

انترکوٹ کا باسی۔ کیا تم ٹھٹھا خیال کر رہے ہو؟

گنیش۔ ٹھٹھا نہیں تو اور کیا؟ جو چیز ہمیں بھیرو دیوتا نے دی ہے کیا ایک لوہار کا بیٹا ہم سے چھین سکتا ہے؟

انترکوٹ کا باسی۔ دہ دیکھو مشین!

شیوترائی کا باسی۔ اوہ! یہ کیا بلا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی ٹڈا آکاش کی طرف چھلانگ مارنے لگا ہے۔

انترکوٹ کا باسی۔ یہ ٹڈا اپنی ٹانگوں سے تمہارا پانی بند کر دیگا۔

گنیش۔ ارے یار! ہمیں کیوں بیوقوف بناتے ہو؟ کل تم یہ کہوگے کہ لوہے کا بیٹا ٹڈے پر سوار ہو کر چندرماں کی طرف جا رہا ہے۔

انترکوٹ کا باسی۔ یہ تمہارا دوش نہیں، تمہارے کنٹوپ تمہیں کچھ نہیں سننے دیتے۔ اسی لئے تم تباہ ہو رہے ہو!

شیوترائی کا باسی۔ ہم تباہ نہیں ہوں گے۔

انترکوٹ کا باسی۔ یہ اچھی بات ہے۔ لیکن تمہیں کون بچائیگا؟

شیوترائی کا باسی۔ کیا تم نے ہمارا دیوتا بیراگی دھنن جے نہیں دیکھا؟ اسکا ایک جسم مندر میں ہے۔ اور دوسرا باہر دنیا میں۔

انترکوٹ کا باسی۔ ان کنٹوپوں والوں کی باتیں سنو، ارے میاں!

تمہاری اب تباہی ہی تباہی ہے۔

(راتنہ کورٹ کے باسی چلے جاتے ہیں۔ اور دھن جے اندر آتا ہے)

دھن جے۔ پاگلو! ان سے کیا باتیں کر رہے تھے؟ کیا موت سے بچانا میرا کام ہے؟

گنیش۔ راتنہ کورٹ کے باسی کہہ رہے تھے۔ کہ بھبوتی نے مکت دھارا کا پانی روک دیا ہے۔

دھن جے۔ کیا وہ یہ کہتے تھے کہ بند لگا دیا گیا ہے؟

گنیش۔ ہاں بابو!

دھن جے۔ تم نے دھیان دے کر ان کی باتوں کو نہ سُنا!

گنیش۔ بابو! ان کی باتیں سننے لائق نہیں تھیں۔

دھن جے۔ یہ دُنیا آوازوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور ان کی طرف سے کان بند نہیں کیے جا سکتے۔ (باہر چلا جاتا ہے)

(شیوترائی کا ایک اور باسی اندر آتا ہے)

شیوترائی کا باسی۔ بشن! کیا خبر ہے؟

بشن۔ راجکمار کو شیوترائی سے واپس لے آئے ہیں۔

تمام۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

بشن۔ اب کیا کرو گے؟

تمام۔ ہم راجکمار کو واپس لے جائیں گے۔

بشن۔ کیسے؟

تمام۔ زبردستی!

بشن۔ اور راجہ

تمام۔ ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔

(راجہ اپنے وزیر کے ساتھ اندر آتا ہے)

راجہ۔ کس کا مقابلہ کرو گے۔

تمام۔ مہاراج کی جے!

گنیش۔ مہاراج! ہم ایک التجا لے کر آئے ہیں۔

راجہ۔ ہم سُن رہے ہیں۔

تمام۔ ہمیں راجکمار واپس دیدیجیے مہاراج۔

راجہ۔ کیا خوب چیز مانگی ہے تم نے۔

تمام۔ مہاراج! ہم راجکمار کو واپس شیوزائی لے جائیں گے۔

راجہ۔ تاکہ اس کے بعد ڈھنڈورا اور راگ دنیا بھول جاؤ۔

تمام۔ مہاراج! ہم بھوکے مر رہے ہیں!

راجہ۔ تمہارا لیڈر کہاں ہے؟

دُوسرا شہری (گنیش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مہاراج ہمارا یہ لیڈر ہے!

راجہ۔ نہیں! بیراگی کہاں ہے؟

گنیش۔ وہ آ گئے! (دمن جے اندر آتا ہے)

راجہ۔ بیراگی! کیا تم نے ہی ان لوگوں کو سبق پڑھایا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو

بھول گئے ؟

دھن سچے۔ ہاں، مہاراج، میں بھی اپنے آپ کو بھول گیا ہوں ؟

راجہ۔ مجھے باتوں میں مت ٹالو، یہ بتاؤ کہ تم ٹیکس دو گے یا نہیں ؟

دھن سچے۔ نہیں مہاراج ؟

راجہ۔ تم بڑے گستاخ ہو !

دھن سچے۔ مہاراج ! جو چیز آپ کی نہیں وہ میں آپ کو کیسے دے سکتا ہوں"

راجہ۔ میری نہیں ؟

دھن سچے۔ جو آٹا ہم سے بچ رہے۔ وہ آپ کا ہے۔ لیکن جو صرف ہماری بھوک ہی مٹا سکتا ہو۔ وہ آپ کیسے ہو سکتا ہے !

راجہ۔ تم میری پرجا کو اکسا رہے ہو کہ وہ ٹیکس نہ دیں !

دھن سچے۔ مہاراج ! آپ کی پرجا بڑی بزدل ہے۔ اور بہت جلد ہار مان لیتی ہے۔ میں تو انہیں صرف یہ سکھا رہا ہوں " صرف پرماتما کو ہی جان دو کیونکہ جان اسی کی ہے " ؟

راجہ۔ بیراگی ! تم نے اپنے کرموں کی تختی پر دکھ کا لفظ لکھ دیا ہے ؟

دھن سچے۔ مہاراج ! وہ تختی میرے دل پر ہے اور وہاں وہ رہتا ہے۔ جو سارے دکھوں سے اونچا ہے ؟

راجہ۔ (باسیوں سے) تم سب چلے جاؤ بیراگی یہاں رہے گا ؟

تمام۔ نہیں مہاراج ! ہم نہیں جائیں گے ؟

دھن سچے۔ مہاراج ! صرف وہی یہاں رہے گا جسے رہنا ہے۔ آپ نڈر سے

تو کسی کو نہیں پکڑ سکتے، وہ جو سب کچھ دیدیتا ہے، سب کچھ پا لیتا ہے۔ جس چیز کو آپ اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں، وہ پرائی ہوتی ہے۔ اُسے بھی دینا ہوگا، مہاراج! آپ ایک بھول کر رہے ہیں۔ جب آپ یہ دیکھتے ہیں۔ کہ آپ جس چیز کو زبردستی اپنے قابو میں رکھ لیں، وہ آپ کی ہے۔ اگر کسی کو آپ آزاد چھوڑ دیں تو آپ کی جیت ہوگی۔ لیکن پکڑ لینے سے اپنے آپ کو دھوکہ نہ دیجئے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ نے دُنیا کو اپنی مُٹھی میں بچا لیا، اچانک آپ کی آنکھ کھلتی ہے۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ جو آپ نہیں چاہتے تھے۔ وہ ہو رہا ہے۔

راجہ۔ وزیر! اس بیراگی کو حراست میں رکھو!

وزیر۔ مہاراج ——!

راجہ۔ وزیر! تمہیں میرا حکم پسند نہیں آیا؟

وزیر۔ مہاراج! سزا کے لئے ایک خوفناک مشین تیار ہو چکی ہے۔ اب اس میں زیادہ سختی کرنے سے مشین کمزور ہو جائیگی۔

تمام باسی۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے!

دھن نجے۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو، جاؤ، چلے جاؤ!!

پہلا باسی۔ بابا! کیا تم نے یہ نہیں سُنا کہ راجکمار کو بھی ہم سے چھین لیا گیا ہے؟

دوسرا۔ اگر آپ دونوں ہم سے چھین لئے گئے تو ہم میں شکتی کون پیدا کریگا؟

دھن نجے۔ آہ! مجھے ہار ہوگی۔

تمام ۔ کیوں باپو ؟

دھن بجے ۔ تم سمجھتے ہو کہ تم نے مجھے پا لیا ۔ لیکن مجھے گم کر رہے ہو، میں اس گھاٹے کو کیسے پورا کروں، مجھے اپنے آپ سے شرم آ رہی ہے۔

پہلا ۔ ایسا مت کہو باپو! آپ جیسا کہیں گے ہم کریں گے!

دھن بجے ۔ پھر مجھے یہاں اکیلا چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔

دوسرا ۔ باپو! کیا تم ہمارے بغیر رہ سکو گے ؟ کیا تم ہم سے پریم نہیں کرتے ؟

دھن بجے ۔ تم سے پریم کرتا ہوں ۔ لیکن تمہیں آزاد چھوڑتا ہوں، پریم کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہیں اپنے ساتھ اپنے لئے باندھ کر رکھوں، بس! باتیں ختم ہوئیں، اب جاؤ!

دوسرا ۔ اچھا باپو! ہم جاتے ہیں مگر ـــــــ

دھن بجے ۔ اگر مگر کچھ نہیں، اپنا سر اونچا کر کے جاؤ!

تمام ۔ باپو! ہم جا رہے ہیں۔

(آہستہ آہستہ باہر نکلتے ہیں)

دھن بجے ۔ کیا اسی کو جانا کہتے ہیں ۔ جلدی ـــــ جلدی جاؤ!

گنیش ۔ جیسا آپ کہیں باپو، لیکن اتنی بات یاد رکھئے ہم تمہارے بغیر کسی کام کے نہیں۔

(وہ سب چلے جاتے ہیں)

راجہ ۔ بیراگی! تم کیا سوچ رہے ہو ؟

دھن جے۔ ان لوگوں نے مجھے سوچ میں ڈال دیا مہاراج ۔

راجہ۔ کیوں؟

دھن جے۔ میں سوچتا ہوں کہ جو کام تمہارا مہابلی چندرپال اپنی تلوار سے نہ کر سکا۔ وہ میں نے باتوں ہی باتوں میں کر دیا۔

راجہ۔ یہ کیسے؟

دھن جے۔ ایک بار میں نے مسکرا کر کہا تھا۔ میں ان لوگوں کی اُمیدوں اور خیالوں کو مضبوط بنا رہا ہوں۔ لیکن آج انہوں نے اس خیال کو میرے ہردے مار لیا ہے۔ کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے ان کی امیدوں اور خیالوں کو پھیلایا۔

راجہ۔ یہ کیسے ہوا؟

دھن جے۔ جس قدر میں ان کے دلوں میں ہیجان پیدا کرتا ہوں اتنا ہی میں ان کے ہردے کو کمزور بناتا ہوں۔ اگر کسی شخص نے بوجھ اُٹھایا ہوا ہو اور وہ دوڑنا شروع کر دے تو اس سے بوجھ ہلکا نہیں نہیں ہو جاتا۔ وہ مجھے اپنے پرماتما سے بھی بڑا سمجھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ میں ہی ان کے اپدیش کا فرشتہ اتاروں گا۔ اس لئے وہ آنکھیں بند کر کے میرے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔

راجہ۔ اُنہوں نے تمہیں اپنا ایشور سمجھ لیا ہے!

دھن جے۔ ہاں مہاراج اسی لیے وہ مجھ تک پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ اور اپنے ایشور تک نہیں پہنچ سکتے۔ نہ سکتے وہ اندھیرا اندر ہی رہ...

راستہ دکھاتی ہے۔ اس کو میں نے باہر سے دبا رکھا ہے ؂

راجہ۔ جب وہ اپنے راجہ کو ٹیکس ادا کرنے آئے ہیں تو تم انہیں روکتے ہو لیکن جب وہ تمہارے چرنوں میں وہ ٹیکس ادا کرتے ہیں جو کہ انہیں پرماتما کو کرنا چاہیئے تھا تو تم چپکے رہتے ہو ؂

دھن سچے۔ میں ایسا ہی کرتا ہوں مہاراج! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں زمین میں دھنس جاؤں گا، وہ اپنی ساری پوجا مجھ پر خرچ کر دیتے ہیں اس لئے ان کے سارے بوجھ کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اور میں ان کو چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا ؂

راجہ۔ بیراگی! اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟

دھن سچے۔ میں اُن سے دُور رہنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ سچ ہے کہ میں نے ان کے دلوں اور آزادی کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی ہے۔ تو پھر دیوتا مجھے اور آپ کے جھوٹی دونوں کو سزا دے گا ؂

راجہ۔ پھر یہ کیوں کرتے ہو؟ چلو! (اودھب سے) اس بیراگی کو میرے خیمے میں لے چلو ؂

(اودھب دھن سچے کو لیکر خیمے میں چلا جاتا ہے)

راجہ۔ وزیر! ذرا خیمے میں جا کر راجکمار کو دیکھو کیا وہ اپنے کئے پر پشیمان ہے؟

وزیر۔ مہاراج! یہ ٹھیک نہیں، اگر آپ خود چلتے تو ——

راجہ۔ نہیں! نہیں!! وہ غدار ہے۔ اس نے اپنی رعایا کے خلاف غداری کی

جب تک وہ اپنے کئے پر نہ پچھتائے میں اس کا منہ نہیں دیکھونگا۔
میں راج محل میں جا رہا ہوں، وہاں مجھے خبر پہنچاؤ ؛

(راجہ چلا جاتا ہے)

(اودھیب اندر آتا ہے)

اودھیب۔ یہ کیا ؟ مہاراج چلے گئے ؟ وہ راجکمار سے بھی نہیں ملے۔
وزیر۔ مہاراج کو ڈر تھا کہ کہیں اُن کے دل پر محبت غالب نہ آجائے اسی لئے تو وہ بیراگی سے باتیں پڑھا رہے تھے۔ ان کے سینے میں ایک لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ کہ وہ خیمے میں جائیں یا نہ جائیں۔ میں راجکمار سے ملنے جا رہا ہوں ؛

(وہ باہر چلے جاتے ہیں)

(اننگوسط کے چند باسی داخل ہوتے ہیں)

پہلا۔ ہمیں اپنے ارادے میں پکا ہونا چاہیئے، چلو راجہ کے پاس چلیں ؛
دوسرا۔ ارے بھائی! کیا فائدہ ؟ راجکمار اس کے من مندر کی مورت ہے۔ راجہ اس کے خلاف کبھی فیصلہ نہیں کرے گا۔ بلکہ ہمیں ہی ڈانٹ پلائیگا ؛
پہلا۔ کوئی بات نہیں، ہمیں اپنی بات تو کہہ ہی دینی چاہیئے۔ راجکمار نے یہ دکھا دیا کہ وہ ہم سے محبت نہیں کرتا۔ وہ اننگوسط سے شبوترائی کو بڑا سمجھتا ہے ؛
دوسرا۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم کس سے انصاف مانگنے جائیں گے ؛

پہلا ۔ اگر راجہ نے راجکمار کو سزا نہ دی تو ہم خود دیں گے ؛

دوسرا ۔ تم کیا کرو گے ؟

پہلا ۔ راجکمار یہاں نہیں رہ سکتا ۔ اس نے نندی گھاٹی کی دیوار گرا دی ہے۔ اسے وہیں بھیجا جائیگا ۔

تیسرا ۔ اور سنا ؛ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس وقت شیو نرائن میں نہیں ہے ۔ اور وہ راج محل میں بھی کہیں نظر نہیں آتا ؛

پہلا ۔ مجھے وشواس ہے کہ راجہ نے اسے چھپا لیا ہے ؛

تیسرا ۔ چھپا لیا ہے ! ہم محل کی دیواریں توڑ کر اسے باہر کھینچ نکالیں گے ۔

پہلا ۔ ہم راج محل میں آگ لگا دیں گے ۔

(وزیر امر اور دھبب اندر آتے ہیں)

پہلا پاسی ۔ (وزیر سے) وزیر صاحب ! ہم سے یہ چال مت چلو ۔ راجکمار کو باہر نکالو ؛

وزیر ۔ میں کون ہوں جو راجکمار کو باہر نکالوں ۔

دوسرا ۔ آپ کی صلاح سے ہی اسے چھپایا گیا ہوگا ۔ اگر راجکمار کو باہر نہ نکالا گیا تو ہم اسے گھسیٹ کر باہر نکالیں گے ۔

تیسرا ۔ [illegible] چھپا [illegible] کی باگ ڈور تم ہی سنبھالو اور راجکمار کو راجہ کے [illegible] باہر [illegible] لاؤ ؛

[illegible]

[illegible] راجکمار کو [illegible] ؛

تمام ۔ مہاراج کی جے! انکوٹ کی جے

دوسرا ۔ چلو قید خانے باہر چلیں ۔

وزیر ۔ کیا کہا ؟

دوسرا ۔ جب ہم ببھوتی کے گلے میں ہار پہنا رہے تھے ۔ اس وقت کچھ پھول نیچے گر پڑے تھے ۔ پھر وہ راجکمار کے گلے میں ڈالیں گے ۔

وزیر ۔ تم کہتے ہو کہ راجکمار پاپی ہے ۔ کیونکہ اس نے قانون توڑ دیا ۔ لیکن اگر تم راشٹرپتا کا قانون توڑو گے کیا وہ ٹھیک ہے ۔

دوسرا ۔ اور بات ہے ۔

تیسرا ۔ اور اگر ہم قانون توڑیں پھر ؟

وزیر ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے پاؤں پر کلہاڑا چلا رہے ہو ۔

تیسرا ۔ اچھا ۔ چلو راج محل کے سامنے کھڑے ہو کر "مہاراج کی جے" کے نعرے لگائیں ۔

پہلا ۔ یار دیکھنا سورج تو ڈوب گیا ہے لیکن ببھوتی کی مشین ابھی تک چمک رہی ہے ۔

(شہری باہر چلے جاتے ہیں)

وزیر ۔ اب میں سمجھا کہ مہاراج نے راجکمار کو اپنے خیمے میں کیوں قید کر لیا ہے ۔

اودھب ۔ کیوں ؟

وزیر ۔ ان لوگوں کے غصے سے بچانے کے لئے ۔ لیکن ان لوگوں کا غصہ

پل پل میں تیز ہو رہا ہے ؛

(سانجے اندر آتا ہے)

سانجے۔ میں مہاراج کو قائل نہیں کر سکا ؛

وزیر۔ چھوٹے راجکمار! آپ شانتی سے کام لیں۔ الجھنیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اور آپ کی دوڑ دھوپ سے اور بھی بڑھ جائیں گی ؛

سانجے۔ میں لوگوں سے ملا، میرا خیال تھا کہ وہ راجکمار سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ اور اس کی قید کو نہیں سہہ سکیں گے۔ لیکن ندی گھاٹی کی دیوار توڑنے پر وہ بھپرے ہوئے ہیں ؛

وزیر۔ پھر آپ کو یقین ہونا چاہیئے کہ راجکمار کا بچاؤ اسی میں ہے کہ وہ قید میں رہیں ؛

سانجے۔ میں بچپن سے ہی راجکمار کے ساتھ رہا ہوں مجھے بھی قید خانے میں جانے دو ؛

وزیر۔ اس کا فائدہ کیا ہو گا ؟

سانجے۔ ہر ایک آدمی آدھا آدمی ہوتا ہے۔ اگر اُسے کوئی سچا ساتھی مل جائے تو وہ آدھا نہیں رہتا، راجکمار میرا سچا ساتھی ہے !

وزیر۔ اگر پریم سچا ہو تو پھر ساتھ رہنے کی شرط باقی نہیں رہتی۔ کاش پہ بادل اور سمندر ہیں پانی دونوں ایک ہی ہیں۔ اور ایک دوسرے سے اتنی دور ہونے کے باوجود ایک ہیں۔ اگر راجکمار تمہارے ساتھ نہیں تو تمہیں یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے ؛

سانجے۔ وزیر! آپ نے مجھے یاد دلا دیا، میں راجکمار سے دوبارہ کر اس کی یاد تازہ کروں گا، میں راجہ کے پاس جا رہا ہوں۔

وزیر۔ کس لیے؟

سانجے۔ میں راجہ سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ مجھے شبھ ترائی کا گورنر بنا دیں

وزیر۔ لیکن یہ موقع بڑا خطرناک ہے۔

سانجے۔ اور اسی لئے تو بہترین وقت ہے۔

(دو چلے جاتے ہیں)

(راجہ کا چچا وشوا جیت اندر آتا ہے)

وشوا جیت۔ کون ہے یہاں؟ ادوھب؟

ادوھب۔ ہاں، مہاراج!

وشوا جیت۔ بس میں اندھیرے کا انتظار کر رہا تھا، میرا خط تمہیں مل گیا؟

ادوھب۔ ہاں، مہاراج۔

وشوا جیت۔ میرے کہے پر عمل کیا؟

ادوھب۔ ہاں! مہاراج، آپ کو تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہو جائے گا لیکن۔۔۔

وشوا جیت۔ تم کسی قسم کا شور اس نہ کرو، راجہ اُسے آزاد نہیں کرنا چاہتا لیکن اگر کوئی شخص کسی طریقے سے اُسے آزاد کر دے۔ تو راجہ کو بڑا شکر ہو گا۔

۱۶۱۴۷

اودھیپ۔ لیکن راجہ اس شخص کو کبھی معاف نہیں کرے گا ۔

وشوا جیت۔ میرے سپاہی تمہیں اور تمہارے سپاہیوں کو گرفتار کر لیں گے سارے الزام تو مجھ پر آئیں گے ۔

باہر سے ایک آواز۔ آگ! دوڑو! آگ!!

اودھیپ۔ پیچھے! انہوں نے رسوئی کے خیمے میں آگ لگا دی ہے۔ اور یہ سپاہیوں کے خیمے کے ساتھ ہی ہے! اس وقت دھن جے اور راجکمار کو آزاد کر سکتا ہوں ۔

(وہ باہر چلا جاتا ہے اور راجکمار اندر آتا ہے)

راجکمار۔ (وشوا جیت سے) آپ یہاں کیوں آئے؟

وشوا جیت۔ میں تمہیں گرفتار کر کے دو ہن کے حوالے جاؤں گا ۔

راجکمار۔ آج مجھے کوئی شخص پکڑ نہیں سکتا۔ محبت اور نفرت کی حدوں سے میں دور نکل گیا ہوں، آپ سمجھتے ہیں کہ خیموں میں آگ آپ نے لگائی یہی آگ میرا انتظار کر رہی ہے ۔

وشوا جیت۔ بیٹا! اب تمہیں کیا کرنا ہے!

راجکمار۔ مجھے اپنے جنم کا قرضہ اتارنا ہے۔ مگنت دھارا سے میری زندگی شروع ہوئی اور میں اسے ضرور آزاد کروں گا ۔

وشوا جیت۔ اس کے لئے وقت پڑا ہے۔ لیکن آج نہیں ۔

راجکمار۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ وہ وقت آ گیا ہے۔ اور معلوم نہیں یہ وقت پھر کب آئے ۔

وشوا جیت۔ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں راجکمار!

راجکمار۔ یہ آدرش میرا تھا اور مجھے ہی پورا کرنے دیجئے۔

وشوا جیت۔ شوتندانی کے باسی تم سے محبت کرتے ہیں۔ اور تمہارے لوٹنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا انہیں بلاوا نہیں بھیجو گے؟

راجکمار۔ اگر میرا بلاوا انہیں پہنچ گیا تو وہ میرا انتظار ہی نہیں کریں گے!

وشوا جیت۔ میرے بچے! اس وقت اندھیرا چھا رہا ہے۔

راجکمار۔ جہاں سے بلاوا آیا ہے۔ وہاں سے روشنی بھی آ رہی ہے۔

وشوا جیت۔ جس راستے پر تم نے قدم رکھا ہے میں روک نہیں سکتا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ تم نے اندھیرے میں اجالا ٹک لگائی ہے بھگوان تمہارے ساتھ ہو! میں اس کو سونپتا ہوں۔ مجھے یہ تو بتا دو کہ کیا ہم دوبارہ نہیں ملیں گے؟

راجکمار۔ یہ بات مت پوچھئے کہ ہم ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔

(وہ مخالف سمتوں کی طرف چلے جاتے ہیں، بانو اور دھن بجے داخل ہوتے ہیں)

بانو۔ گرو دا! سورج ڈوب چکا ہے۔ اور اندھیارا چھا رہا ہے!

دھن بجے۔ بیٹا! ہم اس روشنی کے سہارے زندہ ہیں۔ جو باہر سے ہمیں ملتی ہے۔ اسی لئے جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو ہم اندھے ہو جاتے ہیں۔

بانو۔ باپو! میرا خیال تھا کہ بھیرو دیوتا کا ناچ آج شروع ہو جائیگا لیکن

کیا اس بھوتی نے دیوتا کے ہاتھ پاؤں بھی اپنی مشین سے باندھ دیئے ہیں :

دھن جے۔ جب دیوتا ناچ شروع کرتا ہے۔ تو وہ ناچ نظر نہیں آسکتا۔ جب ناچ ختم ہو جائے گا۔ پھر نظر آئیگا :

باتو ۔ گرو جی! ہمیں وشواس دلایئے، ہم ڈر رہے ہیں، بھیرو دیوتا! جاگو! جاگو! جاگنے کا یہی وقت ہے۔ روشنی بجھ گئی، راستے پر اندھیارا چھا گیا، کوئی جواب نہیں ملتا، سارے جیون کے مالک! ہمارا ڈر دور کرو، بھیرو! بھیرو!! یہ سونے کا وقت نہیں!

(وہ چلا جاتا ہے)

(اترکوٹ کے باسی اندر آتے ہیں)

پہلا ۔ یہ جھوٹ ہے۔ وہ قید خانے میں تو نہیں ہے، اسے کسی اور جگہ چھپا کر رکھا گیا ہے :

دُوسرا ۔ ہم دیکھیں گے اسے کیسے چھپاتے ہیں!

دھن جے ۔ نہیں، وہ اُسے نہیں چھپا سکتے، دیواریں گر جائیں گی، دروازے ٹوٹ جائیں گے۔ اور اندھیرے میں روشنی پیدا ہو گی۔ اور تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائیگا :

پہلا ۔ یہ کون ہے؟ اس نے مجھے چونکا دیا :

دوسرا ۔ چلو، ہمیں کوئی نہ کوئی شکار تو ضرور چاہیئے، باندھ لو اس بیراگی کو!

دھن بجے۔ اسے پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو ہمیشہ سے گرفتار ہے ؎

پہلا۔ ابھی ایر مہا تمائی ایک حرف رہنے دو، ہم تمہارے چیلے ہیں ؎

دھن بجے۔ تم بڑے دھن وان ہو، میں کئی بدقسمت لوگوں کو جانتا ہوں جنہوں نے گرد کو کھو دیا ؎

پہلا۔ اِن کا گرد کون ہے ؟

دھن بجے۔ اِن کا گردوہ ہے۔ جہاں سے انہیں رنج پہنچتا ہے ؎

تیسرا۔ ارے یار! دیکھنا! اندھیرا چھا رہا ہے۔ اور مشین بھی تو کالی ہوتی جا رہی ہے ؎

پہلا۔ دن کے وقت یہ بہت چمکی تھی۔ اور اب رات کے وقت رات کو بھی مات کر رہی ہے ؎

دوسرا۔ معلوم نہیں، بھوتی نے اسے ایسا کیوں بنایا۔ یہ چیز تو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے رہے گی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک پیغ ہے۔ جو آکاش کا سینہ چیر رہی ہے ؎

(چوتھا بھی اندر آتا ہے)

چوتھا۔ سُنا ؟ ہمارے راجہ کا چچا راجکمار کو زبردستی اُٹھا کر لے گیا۔ اور ساتھ ہی پہرہ داروں کو ؎

پہلا۔ اس کا کیا مطلب ؟

تیسرا۔ یہی کہ راجہ تر اجکمار کو سزا نہ دے سکے ؎

پہلا۔ ایسا نہیں ہو سکتا، ہم راجکمار کو اپنے ہاتھوں سے سزا دینا چاہتے

سنے، ہمارا حق چھین لیا گیا۔

تیسرا۔ چلو راجہ کے پاس چلیں۔

(وہ سب چلے جاتے ہیں)

(ایک مسافر اندر آتا ہے۔ جو بلند آواز سے کہتا ہے)

مسافر۔ بدھن! شمبھو! ——— بدھن! شمبھو ——— کیا سر کھپا دیا ہے! انہوں نے مجھے کہا تھا کہ وہ چھوٹے راستے سے یہاں پہلے پہنچ جائیں گے اور یہاں اُن کا نشان بھی نہیں (اوپر دیکھ کر) اُف یہ سیاہ بھوت کیسا ہے، اور وہ تو ہنستا بھی جاتا ہے۔ شیطان! یہ تو مجھے دانت نکال کر دکھا رہا ہے۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے!

(ایک اور مسافر آتا ہے)

اے تم کون ہو؟ جواب نہیں دیتے؟ کیا تم بدھن ہو؟

دوسرا مسافر۔ میں تو ملو ہوں، لیمپ بیچنے والا۔ آج رات تہوار ہو گا، لیمپوں کی تو ضرورت پڑے گی نا۔ تم کون ہو؟

پہلا۔ میں ہیا ہوں، میں گانے والی پارٹی کا جوڑی دار ہوں، کیا تمہیں راستے میں وہ لوگ نہیں ملے؟

انڈو تو ضرور ملا ہو گا

ملو۔ ارے یہاں ان گنت آدمی پھر رہے ہیں۔ میں ان کو کیسے جانوں؟

ہیا۔ لیکن ہمارا انڈو تو نرالا ہی آدمی ہے، اسے پہچاننے کے لئے عینک کی ضرورت نہیں پڑتی، میں نے کہا تمہاری ٹوکری میں تو بہت

سے لیمپ ہیں۔ کیا مجھے ایک نہ دوگے؟ وہ لوگ جو باہر پھر رہے ہیں انہیں گھر والوں سے زیادہ لیمپوں کی ضرورت ہے۔

ٹمکو۔ کتنے پیسے دوگے؟

ہنیا۔ ارے بھائی! اگر میں پیسہ دے سکتا تو تمہیں دق کر رہا تھا اور میٹھی میٹھی باتوں سے تمہاری خوشامد نہ کرتا۔

ٹمکو۔ یار! تم بھی بڑے مذاقیہ آدمی ہو۔ (وہ چلا جاتا ہے)

ہنیا۔ نہ ملا لیمپ! لیکن مجھے مذاقیہ کا خطاب مل گیا۔ پھر تو اللہ مذاقیہ لوگ اندھیرے میں بھی نظر آجاتے ہیں۔ لیکن چاہیئے تو یہ تھا کہ میں ٹمکا ملہ کر اس سے لیمپ چھین لیتا۔ اور مذاقیہ کا خطاب نہ لیتا۔

(بھرتی کرنے والا آتا ہے)

بھرتی کرنے والا۔ چلو! چلو!!

ہنیا۔ ارے بھائی! مجھے کیوں دھمکا رہے ہو؟ بات کیا ہے؟

بھرتی کرنے والا۔ چلنے کی تیاری کرو!

ہنیا۔ میں بھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ کہاں جاؤں۔

بھرتی کرنے والا۔ (دھکا دے کر) چلے گا بھی یا باتیں ہی بناتا رہے گا!

ہنیا۔ ٹھیک! اب سمجھ میں آگیا مجھے چلنا ہی چاہیئے۔ خواہ میری خواہش ہو یا نہ ہو۔ لیکن مجھے یہ تو بتائیے، دھکا دے کر نہیں یونہی کہ مجھے کدھر جانا ہے۔

بھرتی کرنے والا۔ شہنشاہ کی طرف

ہتیا۔ وہاں کوئی ڈرامہ ہو رہا ہے؟

بھرتی کرنے والا۔ ڈرامہ؟ ہاں ڈرامہ ہی سمجھ لو۔ اُسے کہتے ہیں "نندی گھاٹی کی دیوار کی تعمیر"۔

ہتیا۔ تم میری مدد سے دیوار بناؤ گے؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندھیرے میں تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ اسی لئے تم مجھ سے یہ بات کہہ رہے ہو میں تو ـــــ

بھرتی کرنے والا۔ میں یہ نہیں جانتا تم کون ہو۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ تمہارے دو ہاتھ ہیں۔

ہتیا۔ میں بھی مجبور ہوں کہ میرے دو ہاتھ ہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ ـــــ

بھرتی کرنے والا۔ تمہاری زبان سے تمہارے ہاتھوں کا پتہ نہیں چل سکتا۔ وہاں چل کر سارا حال معلوم ہو جائے گا۔ چلو،

(دوسرا بھرتی کرنے والا اندر آتا ہے)

دوسرا کنکر۔ میں بھی ایک شخص کو اپنے ساتھ لایا ہوں۔

کنکر۔ یہ کون ہے؟

راہگیر۔ میں کچھ بھی نہیں جناب۔ میں تو صرف بھجن ہوں۔ اور بھیرومندر میں گھڑیال بجاتا ہوں۔

کنکر۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ بڑے مضبوط ہوں گے چلو نیوزاں!

بھجن۔ لیکن گھڑیال؟

کنکر۔ کوئی بات نہیں۔ بھیرو دیوتا خود گھڑیال بجائیں گے۔

لچھمن۔ مجھ پر کرپا کرو، میری بیٹی بہت بیمار ہے!

کنکر۔ اگر تم اس کے پاس نہ ہوئے۔ تو وہ مر جائیگی یا وہ اچھی ہو جائیگی۔ اور اگر تم گھر پر رہے۔ پھر بھی ان دونوں میں سے ایک بات ہوگی ؛

ہیبا لچھمن دوست! یونہی دھما چوکڑی مچانے سے کچھ نہیں ہوگا، اس میں شک نہیں کہ وہاں جاکر کام کرنا خطرناک ہے لیکن تمہارا وہاں نہ جانا بھی خطرناک ہوگا۔ کیونکہ میں اس کا مزا چکھ چکا ہوں ؛

کنکر۔ ارے سنو! یہ نرسنگھ کی آواز آرہی ہے ؛

(نرسنگھ بہت سے آدمیوں کو ساتھ لیکر آتا ہے)

کنکر۔ کیا خبر ہے نرسنگھ؟

نرسنگھ۔ میں یہ آدمی گھیر کر لے آیا ہوں، اور کچھ اُدھر بھیج بھی دیئے ہیں ؛

ایک۔ میں نہیں جاؤں گا ؛

کنکر۔ کیوں؟ کیا بات ہے؟

وہی۔ کچھ نہیں لیکن میں نہیں جاؤں گا ؛

کنکر۔ نرسنگھ! اس کا نام کیا ہے؟

نرسنگھ۔ اس کا نام بنواری ہے اور یہ مالا بناتا ہے ؛

کنکر۔ میں اس سے نپٹتا ہوں (بنواری سے) کیوں بھئی! تم کیوں نہیں جاتے؟

بنواری۔ شیبو ترائی کے باسیوں سے ہماری کوئی لڑائی نہیں، وہ ہمارے دشمن نہیں ؛

کنکر۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ ہم ان کے دشمن ہیں! اب کہو!

بنواری۔ کسی کا دل دکھانا میرے لئے بڑا پاپ ہے ؛

کنکر۔ دل دکھانے کے متعلق تم فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اترکوٹ ایک بڑا شہر ہے۔ اور تم اس کے ایک فرد ہو ؛

بنواری۔ لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ دنیا کا جسم بہت بڑا ہے۔ اور اترکوٹ اور شیوترائی اس کے حصے ہیں ؛

کنکر۔ نرسنگھ! یہ شخص تو دلیل بازی سے کام لیتا ہے۔ اور ایسا شخص دیش کے لئے بڑا موذی ہوتا ہے ؛

نرسنگھ۔ ایسے لوگوں کا مشقت ہی علاج ہے، اسی لئے میں اسے ساتھ لئے جا رہا ہوں ؛

بنواری۔ میں تم لوگوں پر ایک بوجھ بن جاؤں گا مجھ سے تم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ؛

کنکر۔ تم تو اترکوٹ کے لئے ایک بوجھ ہو۔ اور تمہیں دفان کرنا ضروری ہے

ہتیا۔ میرے دوست بنواری! تم سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن یاد رکھو تمہیں طاقتور آدمیوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ اور سمجھدار اور طاقتور آدمیوں کی ہمیشہ ٹکر ہوتی ہے۔ یا تو ان کا طور سیکھ جاؤ یا خود خاموش ہو جاؤ ؛

بنواری۔ تمہارا طور کیا ہے؟

ہتیا۔ میں گایا کرتا ہوں۔ لیکن اس وقت گانا بیہودہ ہے اس لئے چپ ہوں ؛

کنکر۔ (بنواری سے) کہو! اب کیا ارادہ ہے؟

بنواری۔ میں تو ایک قدم بھی نہیں چلوں گا:

کنکر۔ پھر تمہیں اُٹھا کر لے جانا ہوگا، ارے ادھر آنا باندھ لو اس پاجی کو، جو شخص سیدھے طریقے سے نہیں جانے گا۔ اس کا بھی ہمارے پاس علاج ہے۔

(نرسنگھ اور کنکر کے سوا سب چلے جاتے ہیں)

نرسنگھ۔ دیکھو! بھبوتی آرہا ہے "بھبوتی کی جے"

(بھبوتی اندر آتا ہے)

کنکر۔ ہم نے بہت سے آدمی اکٹھے کر لئے ہیں، آپ یہاں کیسے آئے؟ تہوار میں لوگ آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں:

بھبوتی۔ تہوار میں جانے کو میرا جی نہیں چاہتا۔

نرسنگھ۔ کیوں؟

بھبوتی۔ نندی گھاٹی کی خبر خاص تہوار کے موقع پر بھیجی گئی ہے تاکہ میرے رنگ میں بھنگ پڑے کوئی شخص میرا مقابلہ کر رہا ہے۔

کنکر۔ وہ کون ہے؟

بھبوتی۔ میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا۔ تمہیں خود معلوم ہو جائیگا، وہ اس فکر میں ہے کہ اس دیش میں اس کا نام مجھ سے بڑا ہو، ایک بات میں نے تمہیں بتائی ہی نہیں، دوسری پارٹی کا ایک آدمی مجھ سے ملا تھا۔ اُس [illegible]س بات کا بھی اشارہ کیا تھا۔ کہ وہ بند بھی توڑ دینا چاہتے ہیں۔

نرسنگھ۔ یہ بھی عجیب شرارت ہے!

بھبوتی۔ پاگل پن کا علاج تو کسی سے بھی نہیں ہو سکا۔

کنکر۔ لیکن یہ تو بتایئے کہ بند مضبوط ہے یا نہیں، آپ نے ایک بار کہا تھا کہ بند ایک دو جگہوں میں کمزور ہے، اور آسانی سے ـــــ

بھبوتی۔ جو لوگ ان کمزور جگہوں کو جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر توڑنے کی کوشش کی گئی تو پانی کا بہاؤ تنکے کی طرح بہا کر لے جائے گا۔

نرسنگھ۔ میرے خیال میں وہاں پہرہ لگا دینا چاہیئے۔

بھبوتی۔ وہاں موت خود پہرہ دے رہی ہے، میرے بند کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں اگر میں ندی گھاٹی کو ایک بار پھر بند کر دوں تو میں بڑا خوش ہوں گا۔

کنکر۔ آپ کے لئے یہ کونسی بڑی بات ہے!

بھبوتی۔ میرا کام تو پورا ہے، لیکن گھاٹی اتنی تنگ ہے کہ تھوڑے آدمی بھی جم کر مقابلہ کر سکتے ہیں!

کنکر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایسے آدمی وہاں لے جانے چاہئیں جو مرنے کے لئے تیار ہوں۔

[منظر کے پیچھے سے آواز بلند ہوتی ہے، جاگو بھیرو، جاگو !!!]

(دمن سجے اندر آتا ہے)

کنکر۔ ہم اپنی قسم پر جا رہے ہیں۔ اور اس کا آنا کوئی اچھا شگون نہیں۔

بھبوتی۔ بیراگی اتہاس کے جیسے سادھو بھیرو کو کبھی نہیں جگا سکتے، میرے

جیسے ناستک ہی تمہارے دیوتا کو جھنجوڑا دے سکتے ہیں ؟

دھن بجے ۔ مجھے بھی پورا وشواس ہے کہ تم ہی دیوتا کو جگاؤ گے !

بھبوتی ۔ ہم دیوتا کو مندر میں جا کر گھڑیال اور ناقوس سے نہیں جگایا کرتے !

دھن بجے ۔ نہیں جب تم اسے اپنی زنجیروں سے باندھو گے تو وہ انہیں توڑنے کے لئے آنکھ کھولے گا ؟

بھبوتی ۔ ہماری زنجیریں یونہی نہیں ٹوٹ سکتیں ۔ جیسے پاپ اَن گنت ہوتے ہیں ۔ اسی طرح زنجیر کے پیچ بھی نہیں گنے جا سکتے ؟

دھن بجے ۔ وہ اس وقت آتا ہے جب اٹکاؤ دور نہ ہو سکے ؟

(پجاری گاتے ہوئے گزرتے ہیں)

(راجہ اور وزیر اندر آتے ہیں)

وزیر ۔ مہاراج ! خیموں کو آگ لگا دی گئی ہے ، پہرہ دار بھی وہاں ۔۔۔

راجہ ۔ چھوڑو ان کو ، یہ بتاؤ راجکمار کہاں ہے ؟ میں جاننا چاہتا ہوں اور اسی وقت !

کنکر ۔ مہاراج ! ہم راجکمار کو خود سزا دینا چاہتے ہیں ؟

راجہ ۔ اگر کوئی شخص سزا کا مستحق ہو تو کیا میں اس کے لئے تمہاری راہ دیکھوں گا ؟

کنکر ۔ مہاراج ! راجکمار ملتا نہیں اور لوگوں کا شبہ بڑھ رہا ہے ؟

راجہ ۔ شبہ ؟ کس کے خلاف ؟

کنکرہ۔ مہاراج! شما کیجیے۔ آپ اپنی رعایا کو تو جانتے ہی ہیں۔ راجکمار ڈھونڈنے سے نہیں مل رہا۔ اور جب وہ مل گیا۔ تو وہ آپ کے فیصلے کا انتظار نہیں کریں گے۔

بھبوتی۔ اور ہم نے یہ بھی فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ نندی گھاٹی کو پھر تعمیر کیا جائے۔

راجہ۔ راجہ کے ہوتے ہوئے تمہیں یہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

بھبوتی۔ ہمیں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ آپ نے خفیہ طور پر راج کمار کو اجازت دے دی ہے۔ کہ وہ نندی گھاٹی کا قلعہ توڑ ڈالے۔

راجہ۔ یہ کون ہے؟ دھن جے؟

دھن جے۔ بڑا خوش ہوں میں کہ آپ مجھے نہیں بھولے!

راجہ۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ راجکمار کہاں ہے۔

دھن جے۔ جس بات کا مجھے پکا علم ہو۔ وہ میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔

راجہ۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟

دھن جے۔ میں راجکمار کی راہ دیکھ رہا ہوں۔

(باہر امبا کی آواز آتی ہے)

امبا۔ (باہر سے) سومن، سومن، میرے لاڈلے، اندھیرا ہو چکا ہے اب لوٹ آؤ۔

راجہ۔ یہ کس کی آواز ہے۔

وزیر۔ مہاراج! یہ وہی پگلی امبا ہے

(امبا اندر آتی ہے)

امبا۔ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا ۔

راجہ۔ تم اسے کیوں ڈھونڈ رہی ہو؟ اس کا وقت آگیا تھا۔ بھیرو دیوتا نے اُسے بُلا لیا!

امبا۔ کیا بھیرو بلایا ہی کرتا ہے واپس نہیں دیا کرتا؟ اس اندھیرے میں! میرے سومن! (امبا باہر چلی جاتی ہے)

(ایک قاصد اندر آتا ہے)

قاصد۔ شیونرائی سے ان گنت آدمی ادھر بڑھتے آ رہے ہیں ۔

بھبوتی۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ ان پر اچانک ہلہ بول دیا جائے۔ ہم میں سے کوئی غدار ضرور ہے، کنکر! سوائے تمہاری پارٹی کے اور کسی کو بھی معلوم نہیں تھا یہ کیسے ہوا؟

کنکر۔ تُم ہم پر بھی شُبہ کرتے ہو!

بھبوتی۔ شُبہ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے؟

کنکر۔ پھر ہم تم پر بھی شُبہ کرتے ہیں ۔

بھبوتی۔ ہاں! تم کر سکتے ہو، جب وقت آیا تو بات کھُل جائیگی ۔

راجہ۔ (قاصد سے) تم جانتے ہو وہ کس لئے آرہے ہیں؟

قاصد۔ اُنہوں نے سُنا ہے۔ کہ راجکمار قید خانے میں ہے اسلئے وہ اسے رہا کرانے کے لئے آرہے ہیں ۔

بھبوتی۔ ہم بھی راجکمار کو ہی ڈھونڈ رہے ہیں۔ دیکھو اسے کون پاتا ہے ۔

دھن بجے۔ تم دونوں کو وہ مل جائیگا ؞

قاصد۔ شبوترائی کا لیڈر گنیش آ رہا ہے (گنیش اندر آتا ہے)

گنیش۔ (دھن بجے) باپو! کیا وہ ہمیں نہیں ملے گا ؟

دھن بجے۔ ضرور ملیگا ؞

گنیش۔ قول دو ؞

دھن بجے۔ ہاں! میں قول دیتا ہوں ؞

راجہ۔ تم کسے ڈھونڈ رہے ہو ؟

گنیش۔ راجہ! تم اسے رہا کر دو!

راجہ۔ کس کو ؟

گنیش۔ ہمارے راجکمار کو! آپ کو اس کی ضرورت نہ ہوگی لیکن ہمیں تو ہے۔ کیا آپ ہماری زندگی کو ختم ہی کر دینا چاہتے ہیں ؟

دھن بجے۔ ارے پاگل! اُسے قید میں کوئی نہیں رکھ سکتا ؞

گنیش۔ ہم اُسے اپنا راجہ بنائیں گے !

دھن بجے۔ ہاں تم بنا سکتے ہو۔ وہ راجہ کا تاج پہن کر آ رہا ہے ؞

(پجاری گاتے ہوئے گذر رہے ہیں۔ اسکے بعد امبا کی آواز آتی ہے)

امبا۔ سومن! تمہیں ماں بلا رہی ہے، نہیں سنتے؟ واپس آ، آجا سومن ؞

(دور ایک آواز سنائی دیتی ہے)

بھیوتی۔ سنو! وہ آواز کیسی تھی ؟

دھن بجے۔ اندھیرے کے سینے سے قہقہہ بلند ہو رہا ہے ؞

بھبوتی ۔ چُپ رہو! میں ذرا سنوں یہ آواز کس طرف سے آ رہی ہے ؛

(بہت دور بھیرو کی "جے" کی آواز کی سنائی دیتی ہے)

بھبوتی ۔ (نگاہیں زمین پر گاڑ کر) یہ پانی کی آواز ہے ؛

دھن جے ۔ بھیرو کا ناچ شروع ہوتا ہے ؛

بھبوتی ۔ پانی کی آواز تیز ہو رہی ہے ؛

کنکیہ ۔ معلوم ہوتا ہے ــــــ

نرسنگھ ۔ ہاں ! بالکل یقینی ہے کہ ــــــ

بھبوتی ۔ آہ ! کسی نے مکت دھارا کا پانی آزاد کر دیا ہے ۔ لیکن یہ کون ہے؟ کس نے بند توڑا ؟ وہ کسی صورت زندہ نہیں رہ سکتا ؛

(وہ بھاگ کر باہر جاتا ہے)

(کنکیہ اور نرسنگھ بھی بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے جاتے ہیں)

راجہ ۔ وزیر یہ کیا ہے ؛

دھن جے ۔ مہاراج ! غلامی کی زنجیریں توڑ دی گئی ہیں !

وزیر ۔ مہاراج ! یہ ــــــ

راجہ ۔ اسی کا کام ہوگا ؛

وزیر ۔ اس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے ؛

راجہ ۔ اس کے سوا اور کون اتنا بہادر ہو سکتا ہے ؛

(دھن جے گاتا ہے)

راجہ ۔ میں راجکمار کو سزا دوں گا ۔ لیکن میری رعایا پاگل ہو رہی ہے ، میرا

ابھجیت! دیوتاؤں کا پیارا ہے ۔

ایشور! اس کی رکھشا کرو ۔

گنیش ۔ گرو! یہ کیا ہو رہا ہے ۔

دھن بجے ۔ رات پہرہ دے رہی ہے ـــــ بڑا بھرے وار بھی دیکھ رہا ہے۔

اور تارے خوف سے کانپ رہے ہیں ۔

راجہ ۔ مجھے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے، کون، ابھجیت! راجکمار! کون؟ سلنجے؟ ابھجیت کہاں ہے؟

سانجے ۔ مکت دھارا کی لہر اسے اٹھا کر لے گئی ہے اور اب وہ ہم میں نہیں ہے۔

راجہ ۔ کیا کہا؟

سانجے ۔ مہاراج! اس نے بند توڑ دیا ہے ۔

راجہ ۔ میں سمجھا، اس کی مکتی کا راستہ یہی تھا، سانجے! وہ تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا؟

سانجے ۔ نہیں، مہاراج، مجھے یقین تھا کہ راجکمار وہاں ضرور جائیگا، میں آگے جا کر چھپ گیا۔ لیکن پانی کے نزدیک راجکمار نے مجھے نہیں جانے دیا ۔

راجہ ۔ کچھ اور بتاؤ ۔

سانجے ۔ راجکمار کو کسی طرح معلوم ہو گیا تھا۔ کہ بند اس جگہ کمزور ہے اور ٹھیک اس جگہ اس نے زور سے مشین پہ ہتھوڑا چلایا، مشین نے اس کا جواب دیا، مکت دھارا کا پانی آزاد ہوا اور اسے گود میں اٹھا کر

دور ـــــــ بہت دور چلا گیا!

گنیش۔ ہم تو اپنے راجکمار کو ڈھونڈنے آئے تھے، کیا اب ہم سے کبھی نہ مل سکیں گے؟

وشن جے۔ تم نے اسے ہمیشہ کے لئے پالیا ہے۔

(پجاری بھیرو دیوتا کی شان میں گیت گاتے ہوئے آتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

مالتی

اشخاص

مالتی	راجہ کی بیٹی
راجہ	
رانی	
کمنکار	برہمنوں کا لیڈر
سپریا	ایک انصاف پسند برہمن

ان کے علاوہ دوسرے برہمن، ملازم وغیرہ

پہلا ایکٹ۔

(محل کا جھروکہ، جس کے سامنے بازار ہے)

مالتی۔ وہ لمحہ اب قریب آ گیا میری زندگی ـــــ شبنم کے اس قطرے کی طرح، جو کنول کی پتی پر ہو۔ کانپ رہی ہے۔ میں اپنی آنکھیں بند کرتی ہوں تو آسمانوں کا شور مجھے سنائی دیتا ہے۔ اور میرے دل سے ایک ٹیس سی اُٹھتی ہے۔ میں نہیں جانتی پر کیوں ؟

(رانی داخل ہوتی ہے)

رانی۔ میری بچی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم وہ لباس کیوں نہیں پہنتیں۔ جو تمہاری جوانی اور روپ کے شایاں ہو، تمہارے زیور کیا ہوئے میری آنکھوں کی چمک! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ یہ بازو اور زیورات سے خالی ؟

مالتی۔ ماں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو راجہ کے گھر میں بھی غریب پیدا ہوتے ہیں۔

رانی۔ وہ بچی جو مجھ سے تتلا کر باتیں کیا کرتی تھی، آج کیا پہیلیاں کہہ رہی ہے۔ جب میں تمہاری باتیں سنتی ہوں تو میرا دل کانپ اُٹھتا ہے۔ بیٹی!

یہ باتیں تم نے کہاں سے سیکھیں، یہ باتیں تو ہماری تمام مقدس کتابوں کے خلاف ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم بدھ راہبوں سے بات چیت کرتی ہو، اور وہ تو جادوگر ہیں۔ وہ تو معصوم دماغوں میں جھوٹ کے پلندے بھر دیتے ہیں۔ لیکن میں تم سے ایک بات پوچھتی ہوں۔ کیا مذہب ڈھونڈنے سے بھی مل سکتا ہے؟ کیا یہ سورج کی روشنی کی طرح نہیں، کہ آپ ہی آپ ساری دنیا پر پھیل جائے۔ میں تو ایک سادہ عورت ہوں، میں مردوں کی گہرائیوں اور ان کے اصولوں کو نہیں پہچانتی۔ میں تو صرف یہ جانتی ہوں۔ کہ عورت کا دیوتا آسمان کی راہوں میں آ جاتا ہے کبھی شاہ زادی کی شکل میں اور کبھی پچول کی صورت میں۔

(راجہ داخل ہوتا ہے)

راجہ۔ بیٹی۔ بھیانک بادل محلات پر چھا رہے ہیں۔ راستہ بہت خطرناک ہے کیا اس خطرناک راستے پر چلنے سے تم رک نہیں سکتیں!

رانی۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ، آپ کی باتوں سے خوف محسوس ہوتا ہے۔

راجہ۔ میری پاگل بیٹی! اگر تم اس پرانی زمین پر اپنا نیا دھرم پھیلانا چاہتی ہو، تو یہ سیلاب کی طرح نہیں آنا چاہیئے۔ تاکہ وہ لوگ جو کنارے پر رہتے ہیں، خانماں برباد نہ ہو جائیں۔ کیا تم اپنا دھرم اپنے تک روک کر نہیں رکھ سکتیں؟ لوگوں کی نفرت کو پیدا نہ کرو!

رانی۔ میری بچی کو کیوں برا کہہ رہے ہو، اسے اپنی سیاست کی پیچیدگیوں

ہیں کیوں اُلجھا رہے ہو، اگر میری بیٹی اپنا راستہ چل رہی ہے۔ تو لوگ
کون ہیں۔ اس پر الزام دھرنے والے ؟

راجہ۔ رانی! میری رعایا میں جوش و خروش بڑھ گیا ہے، وہ مطالبہ کر رہے
ہیں۔ کہ میں اپنی بیٹی کو جلاوطن کر دوں ؛

رانی۔ جلاوطن؟ اپنی بیٹی کو ؟

راجہ۔ ہاں! تمام برہمنوں کو معلوم ہو گیا ہے۔ کہ میری بیٹی ناستک ہے، اور
اس لیے وہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اور ـــــ

رانی۔ شک سدا اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ ساری بھلائی ان کی تمام پرانی کتابوں
میں ہی بھری ہوئی ہے۔ اُن سے کہو کہ وہ وہ اپنے پرانے اور بوسیدہ
دستور اس ایک طرف پھینک دیں۔ اور آئیں۔ اس بچی سے سبق
پڑھیں۔ راجہ! میں آپ کو یہ بتا دیتی ہوں۔ کہ وہ کوئی معمولی لڑکی نہیں
ہے۔ وہ آگ کا ایک پوتر شعلہ ہے۔ اِس سے نفرت نہ کرو۔ کہیں ایسا
نہ ہو۔ کہ تم اِسے ہاتھ سے کھو بیٹھو!

مالتی۔ پتا جی! اپنی رعایا کی خواہش پوری کرو۔ وہ لمحہ قریب آ چکا ہے مجھے
جلاوطن کر دو ؛

راجہ۔ میری بچی! کیوں؟ تمہیں اپنے باپ کے گھر میں کسی چیز کی کمی ہے ؟

مالتی۔ پتا جی! میری بات سنئیے۔ وہ لوگ جو میری جلاوطنی کے لئے شور مچا
رہے ہیں۔ دراصل وہ مجھے چاہتے ہیں۔ ماں! میں تجھے یہ نہیں بتا سکتی کہ
میرے دل میں کیا ہے۔ مجھے بغیر کسی غم کے چھوڑ دو۔ جیسے ایک پودا

بڑی بے پروائی سے اپنے پھول کو جھٹک دیتا ہے مجھ تمام دُنیا کے لئے باہر جانے دو۔ دُنیا کہتی ہے۔ کہ میں بادشاہ کی گود سے نکل کر ان کے پاس پہنچوں ؞

راجہ۔ بچّی! میں تمہاری باتیں نہیں سمجھ سکتا ؞

مالتی۔ پتا جی! آپ راجہ ہیں، دل کڑا کرکے اپنی بات پوری کیجیے!

رانی۔ بیٹی! کیا تمہارے لئے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں، جہاں تم پیدا ہوئیں کیا دنیا کا بوجھ تمہارے نازک کندھوں کا انتظار کر رہا ہے؟

مالتی۔ میں بیداری کی حالت میں ایک خواب دیکھ رہی ہوں، ہوا خوفناک ہو چکی ہے۔ موجیں خشمناک ہو رہی ہیں۔ رات اندھیری ہے۔ اور کشتی گھاٹ میں بندھی ہوئی ہے۔ اس کا کھویا کہاں ہے، جو گم گشتہ مسافروں کو منزل تک پہنچائے؟ مجھے احساس ہے، کہ میں راستہ جانتی ہوں۔ جونہی میں نے اس کشتی کو چھوڑا۔ کشتی میں زندگی پیدا ہو جائیگی ؞

رانی۔ مہاراج! سنتے ہو؟ یہ کس کے الفاظ ہیں، کیا چھوٹی بچّی ایسی باتیں کر سکتی ہے؟ کیا یہ وہی بیٹی ہے، جسے میں نے جنا؟

راجہ۔ جیسے رات میں صبح چھپی ہوتی ہے، ایسی صبح جو صرف رات کے لئے نہیں، بلکہ ساری دُنیا کے لئے ہے ؞

رانی۔ راجہ! کیا یہ بات تمہارے بس میں نہیں، کہ تم روشنی کی اس

عورت کو اپنے گھر میں رکھ سکو، میری بچی! تمہارے بال بکھر کر کندھوں پہ لٹکے ہیں، آؤ! میں ذرا انہیں درست کر دوں۔ راجہ! کیا وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیٹی کو جلاوطن کر دیں؟ اگر دہرم اس حد تک پہنچ چکا ہے تو پھر کوئی نیا ہی دہرم آنا چاہیئے۔ ان برہمنوں کے لئے اب سچائی کا کوئی نیا راستہ بنے گا۔

راجہ۔ رانی! انہیں بیٹی کو لے کر یہاں سے پیچھے ہٹ جانا چاہیئے۔ وہ دیکھو بازار میں لوگوں کا ہجوم۔

(وہ باہر نکل جاتے ہیں، جھروکہ کے سامنے بازار میں برہمنوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے، وہ نعرے لگاتے ہیں)

برہمن۔ بادشاہ اپنی بیٹی کو جلاوطن کرے۔

کمنکار۔ دوستو! تم اپنی بات پر اڑے رہو، یہ عورت دشمن ہے اور ہمارے لئے ایک خطرہ۔ اس کے سامنے دلیل تو کوئی چلتی نہیں، اس کے روبرو پہنچ کر کسی کی زبان نہیں کھلتی۔

پہلا برہمن۔ ہمیں سب سے پہلے راجہ سے ملاقات کرنی چاہیئے، اور اسے بتا دینا چاہیئے، کہ اس کے اپنے گھر میں ہی ایک زہریلے سانپ نے سر اٹھایا ہے۔ اور وہ مقدس دہرم کو ڈسنے والا ہے۔

سپیریا۔ دہرم؟ دہرم؟؟ میں ذرا گنوار سا آدمی ہوں۔ تمہاری باتیں نہیں سمجھ سکتا، ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ کیا تمہارا دہرم ایک بے گناہ بچی کو جلاوطنی کی اجازت دیتا ہے۔

پہلا برہمن۔ سپیریا! تم بالکل اُلّو ہو، تم ہمیشہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکایا کرتے ہو۔

دوسرا برہمن۔ ہم نے اکٹھے ہو کر ارادہ کیا ہے، کہ اپنے دھرم کی رکھشا کریں۔ تم کون ہو راستہ روکنے والے؟

سپیریا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ زیادہ ہونے سے تم سچے بن سکو گے۔ اور اپنے نعروں سے عقل کو دبا سکو گے؟

پہلا برہمن۔ تم بہت نامعقول ہو، ہماری توہین کر رہے ہو۔

سپیریا۔ تم مجھ سے بھی گئے گذرے ہو، جو مقدس کتابوں کو اپنے تنگ خیالوں میں ڈھال رہے ہو۔

دوسرا برہمن۔ نکالو اسے! یہ ہم میں سے نہیں!

پہلا برہمن۔ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ راجکماری کو جلاوطن کر دیا جائے۔ جو اس کے مخالف ہے۔ وہ ہمیں چھوڑ سکتا ہے۔

سپیریا۔ برہمنو! تم نے غلطی کی، جب تم نے یہ سمجھا، کہ میں تم میں سے ایک ہوں، نہ تو میں تمہارا سایہ ہوں، اور نہ تمہارا آلۂ کار ——— میں یہ کبھی نہیں مان سکتا، کہ بلند آوازوں میں سچائی ہوتی ہے۔ اور مجھے شرم آتی ہے، جب میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ میرا دھرم زبردستی کرنے والوں کے ہاتھ میں ہے دوستو! مجھے جانے دو۔

کمن کار۔ نہیں! میں نہیں جانے دوں گا۔ میں جانتا ہوں، کہ تم اپنی دھن کے پکے ہو، صرف بحثنے کے عادی ہو۔

سپریا۔ میں ہر ایک چیز برداشت کر سکتا ہوں، لیکن یہ ظلم برداشت نہیں کر سکتا، ذرا سوچو تو سہی ایک بے گناہ لڑکی کی جلا وطنی سے دھرم کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ تو بتاؤ آخر اس کا پاپ کیا ہے کیا اس کا وشواس یہ نہیں، کہ دھرم کی روح سچائی اور محبت ہے ؛

کمن کار۔ دھرم کی روح تو ایک ہوتی ہے۔ لیکن شکلیں مختلف۔ پانی ایک ہے۔ لیکن کنارے پر رہنے والوں نے اس کی حدیں مختلف بنا لیں پہ کیا ؟ اگر تمہارے دل میں ایک چشمہ پھوٹ رہا ہو۔ تو ہمسایوں کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ اگر وہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے اتنے پرانے تالاب کی طرف جا رہے ہیں، اور تالاب کا وہ راستہ جن پر بہت پرانے درخت اُگے ہوں اور اس راستے کے پتھر گھس چکے ہوں ؛

سپریا۔ دوست! میں تمہارے ساتھ ہوں، میں نے ہمیشہ تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اب میں دلیل سے کام نہیں لوں گا ؛

(تیسرا برہمن داخل ہوتا ہے)

تیسرا برہمن۔ میں بڑی اچھی خبر لایا ہوں۔ ہماری باتوں کا فوج پر بہت اچھا اثر پڑا ہے۔ اور راجہ کی ساری فوج ہمارا ساتھ دے گی ؛

دوسرا برہمن۔ فوج ؟ میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا ؛

پہلا برہمن۔ مجھے بھی یہ چیز پسند نہیں۔ اس سے تو بغاوت کھڑی ہو جائیگی

دوسرا برہمن۔ کمنکار! ہمیں اس حد تک نہ پہنچنا چاہیئے ؛

پہلا برہمن۔ ہمارا دھرم ہمیں فتح دلائیگا، نہ کہ ہتھیار۔ ہمیں تپسیا اور مقدس کتاب کا پاٹھ کرنا چاہیئے۔ ہمارے دیوتا ہماری حفاظت کریں گے۔

دوسرا برہمن۔ اے دیوی! اس موقع پر ہماری امداد کیجئو۔ ماننے والے کا غرور نشٹ کردو۔ ہمیں تم پر بھروسہ ہے۔

تمام۔ (بیک آواز) آؤ آکاش سے اُتر کر فانی انسانوں میں اپنی طاقت دکھاؤ ـــــ

(مالتی داخل ہوتی ہے)

میں آگئی ہوں (کمنکار اور سپیریا کے سوا تمام لوگ جھک جاتے ہیں)

دوسرا برہمن۔ دیوی تم انسان کی شکل میں آئی ہو تم کہاں سے آئیں ماں! تمہاری کیا خواہش ہے؟

مالتی۔ تم نے مجھ سے جلاوطن ہونے کے لئے کہا تھا، اسلئے میں تمہارے پاس آئی۔

دوسرا برہمن۔ دھرتی پر بسنے والے بچوں نے تمہیں پکارا۔ اس لئے تم آکاش سے جلاوطن ہو کر آئی ہو۔

پہلا برہمن۔ ماں! ہمیں معاف کرو۔ اس وقت سارے جگ میں تباہی کا خطرہ پھیل چکا ہے۔ دنیا تمہاری امداد کے لئے تڑپ رہی ہے۔

مالتی۔ میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔ میں ہمیشہ جانتی تھی، کہ میرے لئے تمہارے

دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ تم نے میری جلاوطنی کے لئے پکارا
اور میں بیدار ہو گئی۔ اور راجہ کے محل کو چھوڑ کر تیرے پاس چلی آئی ؛

گنہگار۔ راجکماری ؟

تمام۔ راجہ کی بیٹی ؟

مالتی۔ مجھے اپنے گھر سے جلاوطن کر دیا گیا ہے۔ تاکہ میں تمہارے گھر دل
میں اپنا گھر بناؤں۔ سچ کہنا! نہیں میری ضرورت ہے۔ جب میں
تنہا زندگی بسر کر رہی تھی۔ کیا تم نے مجھے باہر کھڑے ہو کر آواز نہیں دی
کیا یہ میرا خواب تو نہیں تھا ؟

پہلا برہمن۔ ہاں! تم آ گئی ہو، تم نے ہمارے دلوں میں جگہ بنا لی ہے!

مالتی۔ میں راجہ کے گھر پیدا ہوئی، لیکن اپنی کھڑکی سے کبھی جھانک کر
باہر نہیں دیکھا، میں سنا کرتی تھی، کہ یہ دنیا دکھ سے بھری ہوئی ہے
لیکن میں اس دنیا تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی۔
کہ اس دنیا کا دکھ کیا ہے۔ مجھے سکھاؤ، کہ میں وہ دکھ کیسے معلوم
کروں ؛

پہلا برہمن۔ تمہاری مٹھاس سے بھری ہوئی آواز ہماری آنکھوں میں
آنسو لا رہی ہے ؛

مالتی۔ اب بادلوں سے چاند باہر نکل آیا۔ آسمان میں شانتی ہی شانتی
ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پل بھر میں ساری دنیا چاندنی کی لپیٹ
میں آ جائے گی، وہ دیکھو! ایک راستہ جس کے گرد سایہ دار درخت

اسے ہوسے ہیں۔ وہاں مکانات بھی ہیں، اور منظر بھی، اور دریا کا کنارا، دُھند میں لپٹا ہُوا، ہیں اچانک بارش کے چھینٹے کی طرح یہاں آئی ہوں ؛

پہلا برہمن۔ تم اس دُنیا کی مقدس رُوح ہو۔

دوسرا برہمن۔ ہماری زبانیں درد سے بند کیوں نہ ہو گئیں، جب ہم نے تمہاری جلاوطنی کے لئے چیخ پکار کی!

پہلا برہمن۔ آؤ برہمنو! ہمیں اپنی ماں کو اس کے گھر تک پہنچانا چاہیئے۔

(سب نعرے لگاتے ہیں)

(جگ ماتا کی جے)

(برہمنوں میں گھری ہوئی مالتی باہر جاتی ہے)

کمنکار۔ یہ سراسر فریب ہے، سپریا! تم کہاں آنکھیں بند کئے جا رہے ہو؟

سپریا۔ چھوڑ دو مجھے۔ مجھے جانے دو!

کمنکار۔ اپنے آپ میں رہو۔ کیا تم بھی اندھے انسانوں کے ساتھ تنور میں کُودنا چاہتے ہو؟

سپریا۔ کمنکار! کیا یہ ایک خواب تھا؟

کمنکار۔ ہاں! خواب کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔ آنکھیں کھولو۔ تم بیدار ہو جاؤ گے ؛

سپریا۔ کمنکار! جس سورگ پر تم آس لگائے بیٹھے ہو۔ اصول اور دھرم کے جس جنگل میں میں آج تک آوارہ پھرتا رہا۔ وہ میری آنکھوں کے

سامنے سے دُور ہو رہا ہے۔ مجھے آجتک شانتی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ کتابوں کے دیوتا اور انسانوں کے دیوتا میں بہت فرق ہے۔ کتابوں کے دیوتاؤں نے آجتک کبھی میرے سوال کا جواب نہ دیا۔ میرے دُکھے ہوئے دل پر کبھی ہاتھ نہ رکھا۔ آج میں نے مقدس دیوتا کو زندہ دیکھ لیا ہے۔ جو دُنیا داروں کے جسموں میں حرکت کر رہا ہے۔

کمنکار۔ میرے دوست تم دھوکہ کھا گئے۔ اور وہ لمحات کتنے خوفناک ہوتے ہیں۔ جب انسان دھوکہ کھا جائے۔ اندھی خواہش دھرم کی جگہ لیتی ہے۔ اور تخیل دیوتاؤں کے سنگھاسن پر آ بیٹھتا ہے۔ اور نرم و نازک بادلوں میں چھپا ہوا سپید چاند کیا انمٹ حقیقت نہیں ہے۔ کل پردہ اُٹھ جائے گا۔ اور پھر دیکھو گے۔ کہ بھوکا ہجوم اس وسیع سمندر میں ہزاروں جال کھینچ رہا ہوگا۔ پھر کسی کو چاندنی رات یاد نہیں رہے گی۔ اس وقت یوں معلوم ہوگا، گویا کچھ خواب میں دیکھا تھا، یہ عورت، اپنے جادو کا ایک جال پھیلا رہی ہے۔ لیکن کیا پیاس بلندی تک پہنچ سکتی ہے۔ کیا وہ دھرم جو تمہارے تخیل نے بنایا ہو۔ کڑکتی دوپہر کی پیاس کو بجھا سکتا ہے ؟

سپریا۔ میں نہیں جانتا۔

کمنکار۔ پھر خواب سے بیدار ہو جاؤ۔ اور دیکھو تمہارے سامنے کیا ہو رہا ہے

وہ محل، بہت پرانا محل، جس کے آغوش میں زمانوں سے پرورش پائی ہے۔ نذرِ آتش کر دیا گیا ہے۔ کھنڈرات پر ہمارے باپ دادا کی روحیں منڈلا رہی ہیں، جیسا کہ اپنے گھونسلے اُجڑ جانے پر پرندے فضا میں۔ کیا یہ خواب میں کھونے کا وقت ہے۔ جب کہ رات کی تاریکی چھا چکی ہے، دُشمن دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ شہر کے باسی میٹھی نیند سو رہے ہیں، اور شراب میں مدہوش ہو کر انسان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پہ تُلے ہوئے ہیں۔

سپیریا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

کمنکار۔ مجھے یہاں سے چلا جانا چاہیئے۔

سپیریا۔ کہاں؟ کس لیئے؟

کمنکار۔ یہاں سے بہت دُور۔ میں باہر سے ایک فوج لانا چاہتا ہوں، خون کی پیاسی آوازیں دبا دُوں گا۔

سپیریا۔ لیکن تمہارے اپنے سپاہی تیار بیٹھے ہیں۔

کمنکار۔ ان سے امداد کی توقع فضول ہے، وہ پروانوں کی طرح آگ میں کُود رہے ہیں۔ ذرا سُنو، کس طرح بلے وقوفوں کی طرح نعرے لگا رہے ہیں۔ سارا نگر دیوانہ ہو رہا ہے۔ اور وہ اپنے مقدس دہرم کی چتا بنا کر دیئے جلا رہے ہیں۔

سپیریا۔ اگر تمہیں جانا ہی ہے، تو مجھے بھی ساتھ لے جاؤ۔

کمنکار۔ نہیں، تم یہاں رہو۔ اور مجھے اطلاع دیتے رہو، لیکن میرے

دوست! اس فریب کی مدت میں اپنے آپ کو نہ پھنسانا ÷

سپریا۔ یہ فریب تو نیا ہے۔ لیکن ہماری دوستی تو پرانی ہے۔ ہم بچپن سے اکٹھے کھیلے ہیں، اور یہ ہماری پہلی جدائی ہے ÷

کمنکار۔ ممکن ہے آخری ہو۔ ایسے وقتوں میں بڑے سے بڑے رشتے ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔ بھائی بھائی کو ہلاک کرتا ہے۔ اور دوست دوستوں کی پروا نہیں کرتے۔ میں اندھیری رات میں باہر جا رہا ہوں۔ اور رات کی تاریکی میں ہی واپس آؤں گا۔ کیا میں یہ توقع رکھوں، کہ میرا دوست ہاتھ میں چراغ لئے میرا انتظار کر رہا ہوگا؟ میں یہ اُمید دل میں لئے جاتا ہوں ——

(وہ باہر نکل جاتے ہیں)

(راجہ راجکمار سمیت جھروکے میں داخل ہوتا ہے)

راجہ۔ میرا خیال ہے مجھے اپنی بیٹی کو فوراً جلاوطن کر دینا چاہیئے ÷

راجکمار۔ ہاں! اب تھوڑی سی دیر بھی خطرناک ہوگی ÷

راجہ۔ صبر کرو بیٹا! میں اپنا فرض ادا کر دوں گا۔ اور یقین رکھو، کہ لڑکی کو جلاوطن کر دیا جائیگا ÷

(راجکمار باہر نکل جاتا ہے۔ رانی داخل ہوتی ہے)

رانی۔ راجہ! مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟ کیا تم نے اسے چھپا لیا ہے؟ مجھ سے بھی چھپا لیا ہے؟

راجہ۔ کس کو؟

رانی۔ میری مالتی کو!

راجہ۔ کیا کہا؟ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے؟

رانی۔ نہیں! میں نے بہت تلاش کی، لیکن وہ محل میں کہیں نہیں اپنے سپاہیوں سمیت جاؤ، اور شہر کا چپہ چپہ ڈھونڈ مارو، یہ شہر والے اسے اٹھا کر لے گئے ہیں، ان تمام کو جلاوطن کر دو، سارا شہر خالی کر دو!!

راجہ۔ میں اسے واپس لاؤں گا، خواہ مجھے ساری راجدھانی کو تباہ کرنا پڑے۔

(برہمن اور سپاہی مالتی کو لئے ہوئے آتے ہیں۔ انکے ہاتھوں میں مشعلیں ہیں)

رانی۔ میری بچی! میں تمہیں ایک پل کے لئے آنکھوں کے سامنے سے جدا نہیں کر سکتی، تم مجھے چھوڑ کر کیسے چلی گئیں۔

دوسرا برہمن۔ رانی! اس کو برا بھلا مت کہو، وہ ہمارے گھر میں ہمیں آشیرباد دینے آئی تھی۔

پہلا برہمن۔ کیا وہ صرف تمہاری ہے؟ کیا ہمارا اس پہ کوئی حق نہیں ہے؟

دوسرا برہمن۔ ہماری ننھی ماں! ہمیں مت بھولنا، تم ہمارے لئے ایک ستارے کی مانند ہو۔ اور ہماری زندگی کے سمندر میں ہمیں راستہ بتانے والی!

مالتی۔ تمہارے لئے میرا دروازہ کھل چکا ہے۔ اب یہ دیواریں میرے اور تمہارے درمیان روک نہیں بن سکتیں۔

سب باہر ہیں۔ کس قدر خوش نصیب ہیں ہم! کہ تمہارے جیسی ماں ہمیں مل گئی!

(سب باہر چلے جاتے ہیں)

مالتی۔ ماں! میں باہر کی دُنیا تمہارے گھر میں لائی ہوں۔ میں اپنے جسم کی تمام حدیں توڑ چکی ہوں، اور دنیا کی زندگی میں گھل مل گئی ہوں۔

رانی۔ ہاں بچی! اب تمہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ تم ساری دُنیا کو اندر لے آئی ہو۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔ ذرا اطمینان سے سوچو۔ زندگی کے شعلوں نے تمہاری آنکھوں کی ساری نیند بھسم کر ڈالی ہے۔

مالتی۔ (بغل گیر ہوتے ہوئے) ماں! میں تھک چکی ہوں۔ میرا جسم کانپ رہا ہے۔ یہ دُنیا کتنی وسیع ہے۔ ماں! میرے لئے کوئی لوری گاؤ۔ میری آنکھوں میں آنسو آ رہے ہیں۔ اور رنج و غم کا ایک طوفان میرے دل میں اُمنڈتا آرہا ہے۔

دُوسرا ایکٹ

(راجہ کا محل۔ مالتی اور سپریا باتیں کر رہے ہیں)

مالتی۔ میں تمہیں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں بحث کرنا نہیں جانتی۔ میں نے تمہاری کتابیں نہیں پڑھیں۔

سپریا۔ میں نے بیوقوفوں کے لئے علم سیکھا تھا۔ میں اپنی تمام دلیلیں اور

کتابیں پیچھے چھوڑ آیا ہوں راجکماری! مجھے راستہ دکھاؤ۔ میں تمہارے پیچھے چلوں گا، جیسے سایہ چراغ کے ساتھ۔

مالتی۔ اے برہمن! جب تم مجھ سے سوال کرتے ہو، تو میری طاقت مجھ سے چھن جاتی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تمہیں کیا جواب دوں۔ کس قدر حیرانی کی بات ہے۔ کہ تمہارے جیسا ودوان مجھ سے آ کر سوال کرے۔

سپریا۔ میں تمہارے پاس گیان حاصل کرنے کے لئے نہیں آیا۔ میں تو دو سب کچھ بھولنے آیا ہوں، جو میں جانتا ہوں۔ میرے سامنے راستے تو بیشمار ہیں۔ لیکن روشنی کوئی نہیں!

مالتی۔ برہمن! افسوس تم مجھ سے جس قدر زیادہ پوچھتے ہو، اسی قدر مجھے نہ جاننے کا احساس ہوتا ہے، وہ آواز مجھ میں کہاں سے آئی، جو بجلی کی طرح میرے دل پر کوندگئی، اس وقت جبکہ میں دنیا کے سامنے کھڑی ہوں۔ میں کچھ گمبھیر دل سی ہو گئی ہوں۔ میں نہیں جانتی، کہ میں اس بڑے جہاز کو کیسے چلاؤں، جس کی رہنمائی کے لئے مجھے چنا گیا ہے۔ دیکھ رہی ہوں۔ کہ میں اکیلی ہوں۔ اور دنیا بہت بڑی ہے۔ اور راستے بہت زیادہ ہیں، روشنی جب آسمان سے آتی ہے۔ تو دوسرے لمحے میں غائب ہو جاتی ہے۔ تم دانا ہو، ودوان ہو کیا میری مدد نہ کرو گے۔

سپریا۔ میں بہت خوش قسمت ہوں گا، اگر میں کچھ امداد کر سکوں۔

مالنی ۔ ایسا وقت بھی آیا کرتا ہے۔ جب مایوسی زندگی کے تمام دھاروں کو روک لیا کرتی ہے۔ لوگوں کے ہجوم کو دیکھتے ہوئے میں اپنے آپ کو دیکھتی ہوں۔ تو میں تھرا اٹھتی ہوں۔ اس بے لبی کے عالم میں کیا تم میرے دوست نہ بنو گے؟ ڈھارس کے چند جملے کہہ کر مجھے زندہ نہ رکھو گے؟

سپریا ۔ میں ہر وقت تیار ہوں۔ میں اپنے دل کو اس طرح بنا رہا ہوں۔ کہ ہر موقع پر تمہاری سیوا کر سکیں ۔

(ملازم داخل ہوتا ہے)

ملازم ۔ شہر والے آپ کے درشنوں کے لئے آئے ہیں ۔

مالنی ۔ آج نہیں۔ اُن سے کہو آج مجھے معاف کر دیں۔ میں بہت تھک چکی ہوں۔ میں کچھ آرام کرنا چاہتی ہوں ۔ (ملازم باہر چلا جاتا ہے)

مالنی ۔ تم مجھے اپنے دوست کمنکار کے متعلق کچھ بتاؤ۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں۔ کہ زندگی کے کٹھن راستے میں تمہیں کونسی مشکلات پیش آئیں ۔

سپریا ۔ کمنکار۔ میرا دوست، میرا بھائی، میرا آقا ہے۔ یہ ان دونوں کی بات ہے۔ جبکہ میں گم گشتہ مسافر کی طرح بھٹک رہا تھا۔ اور کمنکار پکے ارادے سے اپنے سنگھاسن پر جما ہوا تھا۔ اس نے مجھے اپنے دل کے پاس اس طرح رکھا۔ جیسے چاند اپنے سیاہ داغ کو۔ جہاز خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ اگر اس میں چھوٹا سا سوراخ بھی ہو جائے تو وہ ڈوب جائے گا۔ یہ قدرتی قانون تھا۔ کہ میں اپنے دوست کو کمل

کو غرق کر دینا!

مالتی۔ کیا تم نے اسے غرق کر دیا؟

سپیریا۔ ہاں! میں نے ایسا ہی کیا۔ جس دن تمہارے چہرے کی روشنی کے سامنے ساری لیعادتیں مُنہ چھپا کر دوڑ گئیں۔ اور تمہارے نغمے فضا میں گونجے۔ اس دن صرف گنہگار چٹان کی طرح الگ کھڑا رہا۔ وہ مجھے پیچھے چھوڑ کر چلا گیا، وہ مجھ سے کہہ گیا ہے۔ کہ وہ بدیشی ملکوں سے سپاہی لینے کے لئے جا رہا ہے۔ تاکہ کاشی کی مقدّس دھرتی پر نئے دھرم کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیئے۔ تم جانتی ہو۔ اس کے بعد کیا ہُوا؟ تم نے مجھ میں ایک نئی زندگی پھونک دی ہے۔ ایک مدت ہوئی کہ زندگی کی محبت بے معنی ہو گئی تھی۔ تمہاری سانسوں نے مجھے وہ راز بنایا۔ تمہارے جسم میں مجھے وہ صداقت نظر آئی۔ میں اپنے دوست کیلئے چلا آیا۔ لیکن وہ مجھ سے بہت دور جا چکا تھا۔ اس نے مجھے ایک خط لکھا کہ وہ ایک بھاری فوج کے ساتھ اس نئے دھرم کا نشٹ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ اور تمہاری سزا اس نے موت تجویز کر دی تھی۔ مجھ میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ میں نے راجہ کو وہ خط دکھا دیا:

مالتی۔ سپیریا! تم اپنے آپ کو کیوں بھول گئے۔ آخر تم ڈر گئے نا! کیا میرے گھر میں تمہارے دوست اور اس کے سپاہیوں کے لئے بھی جگہ نہیں ہے؟

(راجہ داخل ہوتا ہے)

راجہ - سپریا۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔ میں ٹھیک وقت پر جا پہنچا۔ اور گنہگار کو اچانک جا پکڑا۔ اگر آدھ گھنٹہ بھی دیر ہو جاتی۔ تو شاید مجھے خوفناک تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔

سپریا! تم میرے دوست ہو۔

سپریا۔ ایشور مجھے معاف کرے۔

راجہ - کیا تم نہیں جانتے۔ کہ راجہ کی محبت معمولی چیز نہیں مانگو کیا چاہتے ہو۔

سپریا۔ کچھ نہیں مہاراج! میں کچھ نہیں چاہتا۔ میں دربدر بھیک مانگ کر زندہ رہنا چاہتا ہوں۔

راجہ - اگر تم آدھا راج بھی مانگو، تو میں تمہیں اس وقت دے سکتا ہوں۔

سپریا۔ مہاراج! میں راج پاٹ کر کے کیا کروں گا۔

راجہ - میں سمجھتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں۔ کہ تم نے کسی چاند کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے ہیں۔ پاگل نوجوان! ہمت کرو، اور وہ چیز بھی مانگ دیکھو جس کو تم ناممکن سمجھتے ہو۔ کیوں؟ چپ ہو گئے؟ وہ دن بھی یاد ہے۔ جبکہ تم نے مالتی کی جلاوطنی کے لئے درخواست کی۔ اب وہی درخواست ذرا یہاں بھی دہراؤ۔ میری بیٹی! کیا تم نہیں جانتیں کہ تمہاری زندگی اس نوجوان کے ہاتھ میں تھی۔ اور تم اس نوجوان کا قرضہ ادا نہیں کر سکتیں!

سپریا۔ مہاراج! ان باتوں کو چھوڑئیے۔ اس جگ میں بہت سے پجاری

ہیں جو عمر بھر تپسیا کرنے کے بعد اپنی خواہش حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر میں بھی انہیں سے ایک شمار کر لیا جاؤں تو میں خوش ہوں لیکن اپنے دوست سے دھوکا کر کے راجہ کے ہاتھ سے انعام حاصل کرنا ـــــ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا ـــــ ! مالتی !
تمہارے پاس بہت کچھ ہے۔ تم نہیں جانتیں کہ بھوکی روحیں کس طرح چیختی ہیں۔ میں تم سے صرف اتنی محبت چاہتا ہوں جتنی تم دنیا کے ہر انسان کو دے سکتی ہو۔

مالتی۔ پتا جی! قیدی کے لئے کیا سزا تجویز کی گئی ہے۔

راجہ۔ موت!

مالتی۔ میں التجا کرتی ہوں کہ اسے معاف کر دیجئے۔

راجہ۔ میری بچی! وہ باغی ہے۔

سپیریا۔ مہاراج! کیا آپ نے اسے پہچان لیا ہے؟ جب وہ آپ کو سزا دینے کے لئے یہاں آیا تھا، تو یہ اس کا اپنا انصاف تھا۔ وہ آپ کی راجدھانی چھیننے کے لئے نہیں آیا تھا۔

مالتی۔ پتا جی! اس کی جان بخشی کیجئے۔ اس نے آپ کو ایک بہت بڑے خطرے سے بچایا!

راجہ۔ سپیریا! تم کیا کہتے ہو! کیا میں ایک دوست کو اس کے دوست کے حوالے کر دوں۔

سپیریا۔ راجاؤں کی یہی عادت ہے۔

راجہ۔ اچھا! تم ـــــ اپنے دوست کو واپس پا لو گے۔ لیکن راجہ

کی سخاوت یہیں ختم نہیں ہونی چاہیئے۔ میں تم کو اس سے بھی زیادہ انعام دینا چاہتا ہوں۔ وہ صرف انعام نہیں ہوگا۔ تم نے میرے دل کو جیتا۔ اب میرا دل تمہیں اپنا بہترین خزانہ سونپنا چاہتا ہے۔ میری بچی! تم کیوں لجا رہی ہو، تمہاری صبح پر تو کبھی سُرخی نہیں آئی تھی، آج تمہاری فانی آنکھوں میں پیار کی ہلکی سی دُھند نظر آرہی ہے سپریا! اٹھو اور میرے دل کے نزدیک آؤ۔ مسرت میرے دل میں ٹیسیں مار رہی ہے۔ ایک لمحے کے لئے مالتی کے ساتھ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔

(سپریا باہر جاتا ہے)

مجھے محسوس ہوتا ہے۔ میں نے اپنی بچی کو واپس پا لیا ہے آسمان کے چمکتے ہوئے تارے کی طرح نہیں، بلکہ زمین پر کھلنے والے تروتازہ پھول کی طرح۔

(ملازم داخل ہوتا ہے)

مُلازم۔ حضور! قیدی کنکار دروازے پر حاضر ہے۔

راجہ۔ اندر لاؤ، دیکھو وہ آرہا ہے۔ اس کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں اس کا مغرور سر نیچے نہیں جھک سکتا۔ اس کے ماتھے پر ایک دُشتی سی ہے۔ گویا خاموش بادل میں خاموش بجلی پنہاں ہے۔

مالتی۔ لوہے کی زنجیروں کو بھی شرم آرہی ہے، عظمت کی توہین۔ اسکی اپنی توہین ہے۔ وہ دیوتا کی طرح دُنیا کو دیکھ رہا ہے۔

(دربار بجوناں کنکار داخل ہوتا ہے)

راجہ۔ تمہیں مجھ سے کس سزا کی توقع ہے۔

گمنکار۔ موت!

راجہ۔ لیکن اگر میں تمہیں معاف کر دوں۔ تو ــــ

گمنکار۔ تو میں اپنا کام شروع کر دوں گا جسے میں نے ادھورا چھوڑا تھا۔

راجہ۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنی زندگی سے محبت نہیں۔ اگر کوئی آخری خواہش ہو تو بتاؤ۔

گمنکار۔ اگر اجازت ہو۔ تو مرنے سے پہلے سپریا کو ایک بار دیکھ لوں۔

راجہ۔ (ملازم سے) سپریا کو اندر لاؤ۔

مالتی۔ پتاجی اس کے چہرے میں ایک طاقت معلوم ہوتی ہے سپریا کو اندر نہ لائیے۔

راجہ۔ تمہارا ڈر فضول ہے بچی!

(سپریا اندر داخل ہوتی ہے اور بانہیں پھیلاتے ہوئے گمنکار کی طرف جاتی ہے)

گمنکار۔ نہیں! ابھی نہیں! پہلے ہمیں اپنی بات پوری کر لینی چاہیئے پھر محبت کا سلام ہونا چاہیئے۔ ذرا میرے نزدیک آؤ۔ تم جانتے ہو کہ میرے پاس الفاظ زیادہ ہیں۔ اور وقت کم۔ میری زندگی کا تو فیصلہ ہو چکا۔ لیکن تمہاری نہیں۔ مجھے صرف یہ بتاؤ۔ تم نے یہ کیوں کیا؟

سپریا۔ دوست! تم نہیں سمجھو گے۔ مجھے اپنے وشواس کی حفاظت کرنا ہی تھی، خواہ مجھے محبت بھی قربان کرنا پڑتی۔

گمنکار۔ سپریا! میں سمجھتا ہوں۔ میں نے اس لڑکی کا چہرہ دیکھا ہے۔ جو

اندرونی روشنی سے چمک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسکی آواز بھی نظر آجائیگی۔ تم نے ان آنکھوں کے سامنے اپنا اصول، اپنا دھرم بہت پرانا دھرم بھینٹ چڑھا دیا۔ اور غداری کی بنیادوں پر ایک اور دنیا رکھی تو سپیریا۔ دوست! تم ٹھیک کہتے ہو۔ میرا دھرم عورت کی شکل میں آکر مکمل ہوا تمہاری مقدس کتابیں بالکل گونگی تھیں۔ میں نے ان آنکھوں کی روشنی سے بہت پرانا دھرم سیکھا۔ اور یہ جانا۔ کہ دھرم کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔ جہاں انسان ہے۔ وہاں محبت ہے۔ محبت ماں کی گود سے نکلتی ہے۔ اور پھر اس کے بچے سے ہوتی ہوئی واپس چلی جاتی ہے۔ یہ دینے والے کے ہاتھوں ہی سے اترتی ہے۔ اور اس شخص کے دل میں اتر جاتی ہے۔ جو اسے لیتا ہے۔ میں نے جب اس چہرے کی طرف دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں دانائی، محبت، سکون پنہاں ہے۔ تو میں تمام حدوں سے آگے گزر گیا۔

گمنکار۔ میں نے بھی جب اس عورت کو دیکھا تھا، تو ایک لمحہ کیلئے مجھے یہ محسوس ہونے لگا تھا۔ کہ مرد کے دل کی رہنمائی کے لئے آسمانی آواز عورت کے بھیس میں آتی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے میرے سینے میں اس عورت کے نغمے کے ہیجان پیدا کیا تھا۔ میری پوشیدہ خواہشیں بیدار ہونے لگیں تھیں۔ لیکن تمہیں یاد ہوگا۔ کہ کیا میں اس فریب میں آیا تھا؟ کیا میں نے بے عزتی اور توہین برداشت نہیں کی! کیا میں نے تم سے جدا ہونے کا دکھ نہیں اٹھایا! تم میرے بچپن کے

دوست تھے؟ لیکن میرے جانیکے بعد تم نے کیا کیا؟ تم راجہ کے محل کی دیوار کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ اپنی خواہشات کا حکم مان کر اپنے جذبات کو ٹھنڈا کیا۔ اور تم اسے دھرم کہنے لگے؟

سپیریا۔ میرے دوست! کیا یہ دُنیا اتنی وسیع نہیں کہ اس میں مختلف طبیعتوں کے لوگ اکٹھے رہ سکیں، یہ ان گنت تارے کیا ایک کے لئے نہیں لڑ رہے۔ کیا رنگ رنگ کے دشمن اپنی علیحدہ علیحدہ دُنیا میں بسر نہیں کر سکتے؟

کمنکار۔ الفاظ ـــــ یہ تو صرف الفاظ ہیں! جھوٹ اور سچ ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے، اس کے لئے یہ دُنیا اتنی وسیع نہیں۔ وہ پودا جو انسان کے لئے خوراک پیدا کر رہا ہو۔ اپنی جگہ پر کانٹوں والی جھاڑی کو نہیں چھوڑ سکتا، محبت مہرتی محبت ہی نہیں ہوتی۔ کیا دوستی میں غداری کرنے والے کے لئے بھی اس دُنیا کو وسیع کہا جا سکتا ہے!۔ وہ شخص جو اپنے دھرم کی حفاظت کرے، وہ تو چور کی طرح مار دیا جائے۔ اور جو اپنی عزت اور دولت کے لئے غداری کرے اس کو تخت و تاج دیا جائے۔ نہیں! نہیں!! دُنیا اتنی سنگدل نہیں کہ وہ اتنا بھاری جرم اپنے سینے میں چھپالے۔

سپیریا۔ (ملائمی سے) میں یہ سب گالیاں اور بے عزتی تمہارے لئے برداشت کر رہا ہوں۔ کمنکار! تم اپنی زندگی اپنے مذہب کے لئے قربان کر رہے ہو۔ میں اس سے زیادہ دے رہا ہوں۔ تمہاری محبت میری زندگی

سے زیادہ قیمتی ہے ⁘

کمنکار۔ اب اس جدائی کا ذکر چھوڑ دو۔ ساری سچائیاں موت کی عدالت میں آزمائی جایا کرتی ہیں۔ میرے دوست! وہ دن یاد ہے جب ہم اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔ اور تمام رات بحث کرتے تھے۔ اور صبح کو وقت فیصلے کے لئے اپنے گورو کے پاس آتے تھے۔ اب وہ صبح ختم ہو گئی (اب ہمیں آخری سرزمین کی طرف جانا ہے۔ اور موت کے سامنے اپنے سوالات پیش کرنے ہیں۔ اس کے بعد پہاڑیوں کی چوٹیوں میں سے صداقت کی صبح بیدار ہو گئی۔ اور ہم دو بے وقوفوں کی طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے۔ اور ہنسیں گے، پیارے دوست! موت کے سامنے اپنی وہ چیز لاؤ جسے تم بالکل اٹل سمجھتے ہو ⁘

سپریا۔ دوست! جیسے تمہاری خواہش ہو ⁘

کمنکار۔ تو پھر میرے دل کے نزدیک آؤ۔ تم دنیا کی انتہا وسعت میں مجھ سے کھو گئے تھے۔ میرے دوست! اب میرے دل کے بہت نزدیک آجاؤ۔ اور اپنے پیارے دوست سے موت کا تحفہ قبول کرو (کمنکار سپریا کے سر پر زنجیر مارتا ہے اور سپریا گر پڑتا ہے)

کمنکار۔ (سپریا کی لاش سے چمٹ کر) اب اپنے جلاد کو بلاؤ ⁘

راجہ۔ (اُٹھتے ہوئے) کہاں ہے میری تلوار؟

مالتی۔ پتا جی! کمنکار کو معاف کر دو!

(پردہ)

قُربانی

اشخاص

رانی گناوتی ——————
رگھوپتی —————— دربار کا پجاری
اپرنا —————— ایک غریب لڑکی
وزیر ——————
نکشتر رائے —————— راجہ کا بھائی
میاں رائے —————— جرنیل
جے سنگھ —————— مندر کا ملازم
ان کے علاوہ درباری، شہری، پجاری وغیرہ ؞

(منظر: رانی لنا دلی داخل ہوتی ہے)

گنادتی۔ ماتا! کیا میں نے تمہیں ناراض کر دیا۔ تم تو ایسی ماں ہو کہ فقیرنی کو بھی اولاد دیا کرتی ہو۔ وہ فقیرنی جو اپنے بچوں کو بیچ کر اپنا پیٹ پالتی ہے۔ تم زانی عورت کو بھی اولاد دیا کرتی ہو۔ جو بدنامی سے بچنے کیلئے اپنے بچے کا گلا گھونٹ دیا کرتی ہے، اور یہاں ایک رانی تمہارے پاؤں پر پڑی ہوئی ہے۔ بچے کے لئے تڑپ رہی ہے۔ جسکی چھاتی بچے کے لئے بیقرار ہے۔ مجھ سے کیا پاپ ہوا۔ مجھے ماں کے سورگ سے دھکا دیکر کیوں باہر پھینک دیا گیا۔

(بھکاری رگھوپتی داخل ہوتا ہے)

گنادتی۔ آقا! کیا میں نے کبھی ماتا کی عبادت میں کوتاہی کی۔ کیا میں نے ہمیشہ اس کے چرنوں میں ماتھا نہیں رگڑا؟ اور میرا خاوند بھی ہمیشہ ماتا کے حکم پر سر نہیں جھکاتا؟ پھر ماتا مجھ سے ناراض کیوں ہے؟ مجھے ماں نے ایک بنجر اور خشک صحرا میں پھینک دیا ہے؟

رگھوپتی۔ ہماری ماں ذرا تیز مزاج ہے، اسے قانون کی پروا نہیں۔ وہ غم اور مسرت کی حدوں میں نہیں پھنسنا چاہتی۔ بیٹی! صبر کرو ہم

تمہارے لئے آج ایک خاص قربانی کرنے والے ہیں، دیوی وہ قربانی ضرور منظور کرے گی ؛

گنا دتی۔ باپ! میں تمہارے سامنے اپنا سر جھکاتی ہوں۔ پوجا کے تحفے راستے میں آرہے ہیں ؛

(راجہ گوبند اور مندر کا ملازم جے سنگھ اور فقیر کی لڑکی اپرنا داخل ہوتے ہیں)

جے سنگھ۔ حضور آپ کیا چاہتے ہیں ؟

راجہ۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ اس غریب لڑکی کی بکری قربانی کے لئے زبردستی مندر میں لائی گئی ؟

کیا ماں ایسی قربانی بھی قبول کر لیا کرتی ہے ؟

جے سنگھ۔ مہاراج! مندر کے ملازم قربانی کے لئے چیزیں اکٹھی کرکے لاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں جانتے۔ کہ وہ کہاں سے لاتے ہیں، اور ہوا بچی تم رو رہی ہو۔ جب ماتا نے تمہاری قربانی قبول کر لی۔ تو پھر اس پر آنسو تو نہیں بہانے چاہئیں ؛

اپرنا۔ ماتا؟ میں اس کی ماتا ہوں! تم نہیں جانتے۔ جب کبھی میں گھر دیر سے آیا کرتی تھی۔ تو وہ گھاس کھانا بھول جایا کرتی تھی۔ وہ اپنی غمناک آنکھوں سے میری راہ تکتی تھی۔ جب میں آتی تو میں اسے گود میں اٹھا لیا کرتی۔ اور بھیک کے ٹکڑوں سے اس کا پیٹ بھرتی میرے سوا اس کا کوئی نہ تھا۔

جے سنگھ۔ مہاراج! اگر میں اپنی جان قربان کرکے بھی بکری کو دوبارہ زندہ

کر سکتا۔ تو خوشی سے اپنی جان دے دیتا۔ لیکن جو چیز ماتا لے چکی ہے میں اس کو واپس کیسے لا سکتا ہوں ؟

اپرنا۔ ماتا لے چکی ہے ؟ یہ جھوٹ ہے۔ وہ ماتا نہیں ہوگی ڈائن ہوگی ؟

جے سنگھ۔ او ہو ! ماتا کی توہین! یہ لڑکی ناستک ہے ؟

اپرنا۔ (کالی دیوی کیطرف دیکھتے ہوئے) ماتا! کیا تم اسلئے یہاں موجود ہو کہ ایک غریب لڑکی کی محبت کو تباہ کر دو، اگر یہ بات ہے تو مجھے بتاؤ کہ میں تمہیں بُرا بھلا نہ کہوں تو اور کیا کہوں، مہاراج! آپ ہی بتائیں

راجہ۔ میری بچی! میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میرے پاس تیرا کوئی جواب نہیں

اپرنا۔ خون کا یہ سُرخ دھارا جو مندر کی سیڑھیوں سے بہ نکلا ہے۔ کیا میری بچّی کا ہے ؟ آہ! میری پیاری۔ جب تمہارے گلے پر چھُری پھیری جا رہی تھی۔ اور تمہاری روح تڑپ تڑپ کر نکل رہی تھی۔ تو اس وقت اس بہری دُنیا سے اُڑتی ہوئی تمہاری چیخ کیا مجھ تک نہ پہنچ سکتی تھی ؟

جے سنگھ۔ (دیوی سے مخاطب ہوتے ہوئے) کالی ماتا! میں بچپن سے تمہاری پُوجا کر رہا ہوں۔ لیکن آج تک تمہارے بھید کو نہ پا سکا۔ کیا رحم و کرم کے جذبات صرف فانی اور کمزور انسانوں کیلئے ہی ہیں ؟ دیوتاؤں کو اس سے کوئی مطلب نہیں ؟ آؤ میری بچّی! میرے ساتھ آؤ مجھ سے جو بن پڑا میں کروں گا۔ جب دیوتا مدد کرنا بھول جائیں تو پھر انسانوں کی طرف لوٹنا پڑتا ہے ؟

(رگھوپتی راجہ کا بھائی نکشترائے اور درباری داخل ہوتے ہیں)

نمام۔ "ہمارے راجہ کی جے"

راجہ۔ آج سے تم لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ مندر میں آئندہ کبھی بھی خون نہ بہایا جائے۔

وزیر۔ مہاراج! آپ دیوی کے سامنے قربانی منع کر رہے ہیں؟

جنرل میاں لالے۔ اُف! قربانی کی ممانعت!

نکشترائے۔ اس قدر خوفناک! قربانی سے روکا جا رہا ہے۔

رگھوپتی۔ کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟

راجہ۔ نہیں یہ خواب نہیں ہے۔ تم جاگ رہے ہو۔ آج ماتا ایک معصوم لڑکی کے بھیس میں میرے پاس آئی۔ اور اس نے مجھے بتایا میں خون قبول نہیں کرونگی۔

رگھوپتی۔ مہاراج! وہ تو کئی زمانوں سے خون پی رہی ہے۔ آج خون سے اسے کیوں نفرت ہو گئی؟

راجہ۔ یہ غلط ہے۔ ماتا نے کبھی خون نہیں پیا۔ خون دیکھکر اُسے ہمیشہ دُکھ ہوا۔

رگھوپتی۔ مہاراج! آپ کو ایک بار سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ آپ کو آکاش کے قانون کو بدلنے کا حق نہیں۔

راجہ۔ ایشور کے الفاظ سارے قانونوں سے بلند ہیں۔

رگھوپتی۔ اپنی حماقت کے ساتھ غرور کی آمیزش مت کیجئے مہاراج، کیا آپ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ایشور کے الفاظ کو صرف آپ نے سُنا

حالانکہ وہ الفاظ سب سے پہلے میرے کانوں تک پہنچنے چاہئیں :۔
نکشترائے ۔ یہ بھی عجیب بات ہے ۔ ایشور کے الفاظ بادشاہ سُنے ۔ اور پجاری نہ سُنے !
راجہ ۔ فضا میں ایشور ہر وقت بولتا ہے ۔ لیکن جو لوگ اس کی آواز کو نہ سُننا چاہیں ۔ وہ سُن نہیں سکتے :۔
رگھوپتی ۔ آپ ناستک ہیں ۔ آپ نے دھرم کا نشٹ کر دیا :۔
راجہ ۔ پجاری ! کل صبح تمام پجاریوں کو میری طرف سے یہ حکم سُنا دو کہ آیندہ اگر ماتا کے چرنوں کے سامنے لہو کی ایک بوند بھی گری ۔ تو لہو گرانے والے کو ہمیشہ کے لئے جلاوطن کر دیا جائیگا :۔
رگھوپتی ۔ کیا یہ آخری فیصلہ ہے ؟
راجہ ۔ ہاں !
رگھوپتی ۔ (غصہ سے) تم پر ایشور کی لعنت ! کیا تم اپنے گھمنڈ میں یہ سمجھے بیٹھے ہو ۔ کہ کالی ماتا بھی تمہاری رعایا ہے ۔ کیا تم اپنے قانون سے ماتا کا قانون توڑنا چاہتے ہو ۔ تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے میں اعلان کرتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا ۔ میں ماتا کا ادنیٰ غلام ہوں (باہر نکل جاتا ہے)
میاں رائے ۔ حضور معاف کیجئے ۔ کیا آپ کو ایسا حکم جاری کرنیکا حق حاصل ہے ؟
وزیر ۔ مہاراج ! کیا آپ اپنے فرمان میں اب تبدیلی نہیں کر سکتے ؟
راجہ ۔ میں اپنی راجدھانی سے گناہ کو جڑ سے اُکھیڑنے میں دیر نہیں کرنا چاہتا :۔

وزیر۔ لیکن گناہ کی میعاد اتنی لمبی تو نہیں ہُوا کرتی۔ ایک مُدت سے دیوی کے سامنے بھینٹ چڑھائی جا رہی ہے ؀

(راجہ خاموش ہے)

نکشت رائے۔ وزیر! تم ٹھیک کہتے ہو ؀

وزیر۔ ہمارے باپ دادا یہ رسم ادا کرتے چلے آئے۔ آپ کس دل سے اُن کی ہتک کر رہے ہیں (راجہ خاموش رہتا ہے)

میاں رائے۔ زمانے کی بنائی ہوئی رسم آپ نہیں توڑ سکتے، مہاراج!

راجہ۔ اب اس پر بحث فضول ہے۔ میرا حکم میرا فرمان راجدھانی کے گوشے گوشے میں پھیلا دو!

وزیر۔ مہاراج! آج رانی بھی ایک قربانی کرنے والی ہے۔ اور وہ قربانی مندر کے دروازے پر پہنچ چکی ہے ؀

راجہ۔ اسے واپس کر دو ؀

(راجہ باہر چلا جاتا ہے)

وزیر۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟

نکشت رائے۔ کیا ہم بدھوں کی طرح جانوروں پر بھی رحم کرنے لگے ہیں کس قدر فضول بات ہے ؀

(سب باہر نکل جاتے ہیں)

(رگھوپتی داخل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جے سنگھ اس کے پاؤں دھونے کے لئے ایک برتن میں پانی اُٹھائے ہوئے ہے)

جے سنگھ۔ باپو!

رگھوپتی۔ چلے جاؤ!

جے سنگھ۔ یہ پانی لیجئے!

رگھوپتی۔ اس کی ضرورت نہیں۔

جے سنگھ۔ آپ کا لباس؟

رگھوپتی۔ اسے بھی لے جاؤ۔

جے سنگھ۔ کیا میں نے آپ کو ناراض کر دیا ہے؟

رگھوپتی۔ مجھے تنہا چھوڑ دو، گناہ کے سائے تاریک ہو چکے ہیں، راجہ کے تخت نے مندر کے سنگھاسن سے اپنا سر بلند کر دیا ہے، اے دیوتا! کیا تم راجہ کے درباریوں کی طرح راجہ کا حکم مان لو گے، کیا شیطان اور انسان مل کر پوتر راجدھانی کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اے دیوتاؤ! کیا تم اپنے ناموس کو بچانے کے لئے بے بس ہو چکے ہو؟ برہمن یہاں موجود ہیں۔ اگر دیوتا کچھ نہیں کر سکتے تو برہمنوں کو کچھ کرنا ہوگا۔ میرے بیٹے! میرے سینے میں طوفان اُمڈ آیا ہے!

جے سنگھ۔ پتا جی! بات کیا ہے؟

رگھوپتی۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ماتا دیوی سے ہی پوچھو۔ اس کے قانون کو توڑا جا رہا ہے۔

جے سنگھ۔ قانون؟ کس نے توڑا؟

رگھوپتی۔ راجہ گوبند نے!

جے سنگھ ۔ راجہ گوبند نے؟ کالی دیوی کا قانون توڑا؟

رگھوپتی ۔ ہوں! اس نے تمہارا اور میرا قانون توڑا۔ تمام مقدس کتابوں کا قانون توڑا۔ اس نے ساری دھرتی کا قانون توڑا۔ سارے زمانوں کی دیوی مہاکال کا قانون توڑا۔ چھوٹے سے تخت پر بیٹھ کر قانون توڑا۔

جے سنگھ ۔ راجہ گوبند نے؟

رگھوپتی ۔ ہاں ہاں، تمہارے راجہ گوبند نے! تمہارے پیارے راجہ! نمک حرام! میں نے تمہیں اپنی ساری محبت سونپ کر تمہیں پالا لیکن پھر بھی تمہیں راجہ گوبند مجھ سے زیادہ پیارا ہے۔

جے سنگھ ۔ بچہ اپنے باپ کی گود میں بیٹھ کر چاند کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے، تم میرے باپ ہو۔ اور راجہ گوبند میرا چاند ہے۔ اچھا! تو یہ بات ٹھیک ہے۔ جو میں نے لوگوں سے سُنی۔ کہ راجہ نے قربانی دینے کی ممانعت کر دی ہے۔ لیکن ہم اس کا یہ حکم مان تو نہیں سکتے۔

رگھوپتی ۔ جو نہیں مانیگا اُسے جلا وطن کر دیا جائے گا۔

جے سنگھ ۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ جس سرزمین پر ماتا کی پوجا پوری نہ ہو سکے۔ وہاں سے جلا وطن ہو جانا اچھی بات ہے۔

رگھوپتی ۔ نہیں نہیں! جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہو سکیگا مندر کی پوجا ویسے ہی ہوگی جیسے ہُوا کرتی تھی۔

(سب باہر نکل جاتے ہیں)

(گناوتی اپنے ملازم سمیت داخل ہوتی ہے)

گناوتی۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ رانی کی قربانی کو مندر کے دروازے سے واپس کر دیا گیا۔ کیا اس سرزمین پر کسی انسان میں بھی یہ جرأت ہے؟ اس شخص کا نام لو!

ملازم۔ رانی! میں نام نہیں لے سکتا!

گناوتی۔ نام نہیں لے سکتے؟ جب میں تمہیں حکم دیتی ہوں، تو پھر تمہیں ڈر کس بات کا ہے؟

ملازم۔ معاف کیجئے۔

گناوتی۔ ابھی کل شام کی بات ہے۔ کہ درباری گویوں نے میرے قصیدے گائے۔ برہمنوں نے مجھے آشیرباد دی۔ ملازموں نے میرا حکم مانا۔ لیکن آج کیا ہو گیا ہے؟ دیوی اس کی پوجا قبول نہیں کرتی۔ اور رانی اپنے اختیارات کھو بیٹھی ہے۔ کیا میرا ملک خوابوں کی دنیا تو نہیں ہے؟ پجاری سے میرا نام کہو۔ اور کہو کہ مجھ سے فوراً ملے۔

(ملازم باہر چلا جاتا ہے۔ راجہ داخل ہوتا ہے)

گناوتی۔ مہاراج! کیا آپ نے سنا۔ کہ کالی ماتا کے مندر سے میری بھینٹ واپس بھیج دی گئی۔

راجہ۔ میں جانتا ہوں۔

گناوتی۔ آپ جانتے ہیں؟ پھر آپ نے یہ توہین برداشت کی؟

راجہ۔ میں تم سے التجا کرنے آیا ہوں۔ کہ مجرم کا قصور معاف کر دو۔

گناوتی۔ میں جانتی ہوں آپ بہت زیادہ رحمدل ہیں۔ لیکن یہ رحم نہیں یہ کمزوری ہے۔ اگر آپ کا رحم آڑے آتا ہے۔ تو سزا کے لئے مجھے مقرر کر دیجئے۔ صرف یہ بتا دیجئے۔ کہ وہ کون ہے؟

راجہ۔ میری رانی! وہ میں ہوں۔ یہ میرا ہی جرم ہے۔ کہ میں نے تمہیں اتنا دکھ پہنچایا۔

گناوتی۔ میں سمجھ نہیں سکی!

راجہ۔ آج سے میں نے حکم دیا ہے۔ کہ دیوتاؤں کے مندر میں خون کا ایک قطرہ نہ بہایا جائے۔

گناوتی۔ لیکن یہ حکم کس کا ہے؟

راجہ۔ ماتا کا!

گناوتی۔ کس نے سنا؟

راجہ۔ میں نے!

گناوتی۔ آپ نے! مجھے ہنسی آرہی ہے۔ ساری دنیا کی ملکہ صرف آپ کے دروازے پر درخواست لیکر آئے!

راجہ۔ درخواست نہیں۔ اپنا دکھ لے کر!

گناوتی۔ مہاراج! آپ کی سلطنت مندر کی دیواروں سے باہر شروع ہوتی ہے۔ مندر کی دیواروں کے اندر اپنا حکم مت بھیجو۔

راجہ۔ یہ میرا حکم نہیں۔ ماتا کا حکم ہے۔

گناوتی۔ اگر آپ اپنا فیصلہ کر چکے ہیں تو میرے دھرم پر مت چھاپہ مارو۔

مجھے اپنی روشنی کے مطابق اپنی بھینٹ چڑھانے دو ؎

راجہ۔ میں نے دیوی سے عہد کر لیا ہے۔ کہ اس مندر میں اب کبھی خون نہ بہایا جائیگا۔ اور اب میں اس کے خلاف نہیں چل سکتا ؎

گناوتی۔ میں نے بھی دیوی سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ تین سو بکری کے بچوں اور ایک سو بھینسوں کی قربانی دی جائے گی۔ اور میں اپنا وعدہ پورا کرونگی۔ آپ اب جا سکتے ہیں ؎

راجہ۔ جیسے تمہاری مرضی، میرا فیصلہ وہی ہے (باہر نکل جاتا ہے)۔

(رگھوپتی داخل ہوتا ہے)

گناوتی۔ پجاری! میری بھینٹ کو مندر سے واپس بھیج دیا گیا تھا؟

رگھوپتی۔ وہ بھینٹ جو کہ ایک فقیر کی طرف سے چڑھائی جائے۔ وہ تمہاری بھینٹ سے کچھ کم نہیں ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ماتا کے اختیارات چھین لئے گئے ہیں۔ اور راجہ کا غرور بہت بڑا دیو بن کر دیوی کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ اور تمام پجاریوں کو عتاب کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے ؎

گناوتی۔ روحانی باپ! اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

رگھوپتی۔ اس کے متعلق صرف دیوی ہی جان سکتی ہے۔ وہی اپنے خوابوں سے دنیا کی عمارت بناتی ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے۔ کہ وہ تخت جو ماتا کے سنگھاسن پر اپنا سایہ ڈالیگا۔ ایک بلبلے کی طرح ٹوٹ کر ہوا میں گم ہو جائیگا ؎

گناوتی۔ روحانی باپ! اب ہم پر رحم کرو۔ ہمیں بچاؤ۔

رگھوپتی۔ اخاخا خاہ!! میں تمہیں بچاؤں؟ تمہیں؟ راجہ کی بیوی کو؟ جو اپنی دُنیا کی سلطنت پر گھمنڈ کئے بیٹھا ہے۔ اور جو آکاش کی سلطنت کا ٹھٹھا مذاق اُڑا رہا ہے۔ وہ قربانی کا قانون توڑنا چاہتا ہے۔

گناوتی۔ (روتے ہوئے) ہم پر رحم کرو۔ مجھ پر رحم کرو۔

رگھوپتی۔ تو پھر دو واپس برہمنوں کا حق! واپس دو!!

گناوتی۔ میں دے دوں گی۔ روحانی باپ! جاؤ، جیسے تم چاہتے ہو پوجا کرو۔ تمہیں کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

رگھوپتی۔ تمہارے احسان سے میں دب گیا ہوں۔ تمہاری ایک نگاہ سے دیوتا بدنامی سے بچ گئے۔ اور برہمن پوجا کرنے کے حق دار ہو گئے جاؤ! پھلو پھولو! دیوی تمہاری رکھشا کرے گی۔

(باہر چلا جاتا ہے۔ راجہ داخل ہوتا ہے)

راجہ۔ رانی! تمہیں کیا ہوا؟ غصے سے تمہارا چہرہ سرخ ہو رہا ہے۔

گناوتی۔ جائیے! آپ اپنے گھر کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

راجہ۔ عورت کی مسکراہٹ تمام تباہیوں کو دور کر دیتی ہے۔ اس کی محبت پرماتما کا ایک اشارہ ہے۔

گناوتی۔ جاؤ میں آپ کا منہ نہیں دیکھنا چاہتی۔

راجہ۔ مجھے جب یاد کرو گی میں حاضر ہو جاؤں گا۔

گناوتی۔ (راجہ کے قدموں سے لپٹتے ہوئے) کیا آپ اس قدر سنگ دل

ہو گئے ہیں۔ کہ عورت کے غرور کا بھی احترام نہیں کر سکتے۔ کیا آپ نہیں جانتے۔ کہ جب محبت پہ کوئی چیز چھاپہ مارتی ہے۔ تو محبت غصے سے بپھر جاتی ہے ۞

راجہ۔ تم جانتی ہو۔ کہ مجھے تم پر ہمیشہ بھروسہ رہا ہے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ بادل تو چند لمحوں کے لئے آتے ہیں، اور سورج ہمیشہ رہتا ہے ۞

گناوتی۔ ہاں! بادل گزر جائیں گے، پرماتما کی کرپا کل اپنے ٹھکانے پر جا لگے گی۔ اور سارے زمانوں کا سورج سارے زمانوں پر چمکتا رہے گا۔ میرے راجہ! یہ حکم نافذ کیجیئے۔ کہ برہمن کالی دیوی کی پوجا کر سکیں۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں۔ کہ راجہ کا حکم مندر کی دیواروں کے باہر سے شروع ہوتا ہے ۞

راجہ۔ برہمنوں کو کوئی حق نہیں، کہ وہ نیکیوں کے قانون کو توڑ سکیں۔ کیا تم سمجھتی ہو۔ کہ انسانوں کا خون دیوتاؤں کے بھینٹ چڑھایا جا سکتا ہے۔ اور راجہ کو اتنا اختیار تو ہونا چاہیئے۔ کہ وہ نیکی اور بدی کے قانون کو قائم رکھ سکے ۞

گناوتی۔ میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ میں التجا کرتی ہوں۔ کہ ہزاروں برسوں سے بنایا ہوا قانون آج آپ کے کہنے سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ جیسے ہوا تمام انسانوں کی ملکیت ہے۔ اسی طرح یہ قانون تمام انسانوں کا اپنا قانون ہے۔ اس کے باوجود آپ کی رانی آپ کے

پاؤں پڑ رہی ہے۔ آپ کے لئے آپ کی رعایا کے لئے میں بنتی کرتی ہوں۔ کہ مان جاؤ۔ آہ! آپ کس قدر سنگ دل ہو گئے ہیں آپ اپنی رانی کے بندھے ہوئے ہاتھ بھی نہیں دیکھ سکتے، کیا آپ محبت کے تمام فرائض بھول گئے ——— تو پھر ——— جاؤ ——— جاؤ، میرے پاس سے چلے جاؤ ———

(وہ جاتے ہیں۔ رگھوپتی۔ جے سنگھ۔ میاں رائے داخل ہوتے ہیں)

رگھوپتی۔ سیناپتی! کالی ماتا سے تمہاری محبت تو بڑی مشہور ہے ؛

میاں رائے۔ میری نسلیں اس پر فخر کرتی ہیں ؛

رگھوپتی۔ تو اس پاک محبت سے تم میں جرأت ہونی چاہیئے۔ تمہاری تلوار کی دھار پر ماتا کی بجلی کی طرح ہونی چاہیئے۔ دنیا کی تمام طاقتیں تمہارے پاؤں پر لوٹنی چاہئیں ؛

میاں رائے۔ برہمن کی اشیرباد کبھی خالی نہیں جاتی ؛

رگھوپتی۔ تو پھر میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ کہ تم اپنی تمام فوج اکھٹی کرو۔ اور ماتا کے دشمنوں کو خاک میں ملا دو ؛

میاں رائے۔ رُوحانی باپ! کون ہے دشمن!

رگھوپتی۔ راجہ گوبند!

میاں رائے۔ ہمارا راجہ؟

رگھوپتی۔ ہاں! اپنی ساری طاقتیں اکھٹی کر کے اس کا نشٹ کر دو ؛

میاں رائے۔ یہ مشورہ تو بہت بُرا ہے۔ باپو! کیا تم مجھے آزما رہے ہو؟

رگھوپتی۔ ہاں! تمہیں آزما رہا ہوں! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس کے پالے ہوئے ہو۔ ٹال مٹول چھوڑ دو۔ یاد رکھو تمہیں دیوی اپنی طرف بُلا رہی ہے اور جب دیوی بلاتی ہے۔ تو دھرتی کے سارے رشتے ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔

میاں رائے۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ میں اپنی اسی جگہ پہ قائم ہوں جہاں دیوی نے مجھے کھڑا کیا ہے۔

رگھوپتی۔ تم بہادر ہو!

میاں رائے۔ میں ماتا کے ادنیٰ چاکروں میں سے ہوں۔ وہ ہمارے دلوں کی رکھوالی کرتی ہے۔ لیکن وہ چاہتی ہے کہ میں باغی ہو جاؤں؟ آج اگر راجہ کو مٹی میں ملا دیا گیا۔ تو کل دیوی کو مٹی میں ملنا ہوگا۔

رگھوپتی۔ وہ راجہ، جو دیوی سے باغی ہو جائے، وہ تمہارا راجہ نہیں۔

میاں رائے۔ باپ! مجھے ان جھمیلوں میں نہ پھنساؤ۔ میں تو صرف ایک راستہ جانتا ہوں۔ اور سچائی اور دھرم کا سیدھا راستہ ہے۔ ماتا کا پجاری اس عزت کے راستے سے ادھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔

(باہر نکل جاتا ہے)

جے سنگھ۔ آہ! ہمیں اپنے دھرم پر پکا رہنا چاہیئے۔ ہمیں سپاہیوں کی امداد کی ضرورت نہیں۔ ہم میں شکتی موجود ہے۔ کیونکہ یہ ماتا کا کام ہے۔ مندر کے دروازے کھول دو۔ نقارے پہ چوٹ لگاؤ۔ آؤ! آؤ! اے شہریو! آؤ!!! اپنی ماتا کی پوجا کرو۔

(شہری داخل ہوتے ہیں)

پہلا شہری۔ آؤ! آؤ! ہمیں بلایا گیا ہے ::

تمام۔ (پبلک کی آواز) ماتا کی جے ::

(وہ گاتے اور ناچتے ہیں)

جے سنگھ۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ قربانی کے جانور مندر کی طرف آ رہے ہیں۔

(وہ سب چلاتے ہیں "ماتا کی جے!" "رانی کی جے!!")

رگھوپتی۔ جے سنگھ! قربانی کے لئے فوراً تیاری کرو!

جے سنگھ۔ ہر چیز تیار ہے باپ!

رگھوپتی۔ راجکمار نکشترا کو فوراً بلوا بھیجو ::

(جے سنگھ باہر جاتا ہے۔ لوگ ناچ رہے ہیں)

راجہ۔ خاموش! رگھوپتی! کیا تم میرا حکم توڑ رہے ہو؟

رگھوپتی۔ ہاں!

راجہ۔ تمہیں جلاوطن کر دیا جائے گا!

رگھوپتی۔ میرا وطن تو وہ ہے جہاں راجاؤں کے تاج مٹی میں پڑے رہتے ہیں، شہریو! لاؤ، کہاں ہے قربانی!

(وہ ڈھول پیٹتے ہیں)

راجہ۔ خاموش (ملازموں سے) سپہ سالار سے کہو کہ وہ فوراً آئے، مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ مجھے تشدد سے کام لینا پڑے گا، ہتھیاروں کی نمائش دراصل انسان کی کمزوری ہے!

رگھوبنی ۔ اے زہریلے انسان! کیا تم سمجھتے ہو کہ براہمنوں کے غصے کی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ یاد رکھو! میرے دل سے اب بھی ایسے شعلے نکل سکتے ہیں کہ تمہارا تاج و تخت بھسم ہو کر رہ جائیگا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں ساری مقدس کتابیں آگ میں پھینک دوں گا اور یہاں ساری مقدس چیزیں تباہ کر دوں گا۔

(جنرل میان رلئے اپنے ماتحت چاند پال کے ہمراہ داخل ہوتا ہے)

راجہ ۔ اپنی فوج سمیت یہاں ٹھیرو اور دیکھو کہ کوئی شخص خون کی بھینٹ نہ چڑھائے۔

میان رلئے ۔ مہاراج! مجھے معاف کیجیے۔ ایشور کے مندر میں راجہ کا نوکر بے بس ہے۔

راجہ ۔ جرنیل! میرے حکم میں میخ نکالنا تمہارا کام نہیں۔ تمہارا کام صرف حکم ماننا ہے، اس کی اچھائی برائی مجھ پر چھوڑ دو!

میان رلئے ۔ میں آپ کا نوکر ہوں لیکن انسان بھی تو ہوں، میرا عقیدہ اور مذہب بھی ہے، راجہ کے علاوہ میرا ایشور بھی ہے!

راجہ ۔ اپنی تلوار چاند پال کے حوالے کر دو، وہ مندر کو خون سے لت پت ہونے سے بچائیگا!

میان رائے ۔ چاند پال کو کیوں دوں؟ یہ تلوار میرے باپ دادا کو تمہارے خاندان نے دی تھی۔ اگر آپ واپس لینا چاہتے ہیں تو آپ کو دونگا، اے میرے باپ دادا کی روحو! گواہ رہنا جس تلوار کو تم نے اپنی بہادری کے

کارناموں سے اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ آج میں راجہ کے حوالے کر رہا ہوں ؎

(باہر نکل جاتا ہے)

رگھو پتی۔ برہمن کے شراب نے اپنا کام شروع کر دیا ہے ؎

(جے سنگھ داخل ہوتا ہے)

جے سنگھ۔ قربانی کے لئے جانور تیار ہیں ؎

راجہ۔ قربانی ؟

جے سنگھ۔ مہاراج ! ہماری التجاؤں کو سن لو، ایشور کے لئے ہمارا راستہ نہ روکو، انسان دیوی کا راستہ نہیں روکا کرتے ؎

رگھو پتی۔ جے سنگھ شرم کرو ! اٹھو، مجھ سے معافی مانگو، میں تمہارا آقا ہوں، تمہاری جگہ میرے قدموں میں ہے۔ کیا ایشور کی پوجا کے لئے تم راجہ سے اجازت لے رہے ہو، ہم پوجا کریں گے۔ قربانی دینگے، ہم انتظار کر رہے ہیں کہ راجہ کا غرور کس طرح مٹی میں ملیگا۔ آؤ میرے ساتھ !

(وہ سب باہر چلے جاتے ہیں۔ اپرنا داخل ہوتی ہے)

اپرنا۔ جے سنگھ کہاں ہے ؟ وہ یہاں نہیں ؟ صرف تم ؟ ــــ تم، ــــ ایک دیوی ! ــــ پتھر کا بت ــــ جیسے کوئی چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی ؟ تم نے ہمارا سب کچھ لوٹ لیا۔ لیکن زبان سے ایک لفظ نہ نکالا ؟ ہم محبت کے بھوکے اور بھکاریوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں، خبر کیسطرح ہماری تمام فریادیں تمہارے سینے میں سمائی چلی جا رہی ہیں ؎

کیا تم نہیں جانتیں کہ آرزو بھی کوئی چیز ہوتی ہے جے سنگھ! تم اس دیوی سے کیا آرام حاصل کر رہے ہو۔ وہ مُنہ نہیں کہہ ہی کیا سکتی ہے؟

اے میرے پیارے!

(رگھوپتی داخل ہوتا ہے)

رگھوپتی۔ تم کون ہو؟

اپرنا۔ میں بھکارن ہوں۔ جے سنگھ کہاں ہے؟

رگھوپتی۔ یہاں سے نکل جاؤ! تم یہاں جے سنگھ کا دل چرانے آیا کرتی ہو

تم اس کا دل دیوی سے چھین کر اپنی مٹھی میں لینا چاہتی ہو:

اپرنا۔ کیا دیوی مجھ سے ڈرتی ہے:

(وہ باہر نکل جاتی ہے)

(جے سنگھ اور راجکمار نکشتر رائے داخل ہوتے ہیں)

نکشتر رائے۔ آپ نے مجھے کیوں بلایا؟

رگھوپتی۔ کل رات دیوی نے مجھے خواب میں بتایا کہ ایک ہفتے کے اندر تم راجہ بنو گے:

نکشتر رائے۔ اخاخاخاہ! یہ بھی عجیب خبر ہے؟

رگھوپتی۔ ہاں تم راجہ بنو گے!

نکشتر رائے۔ میں کیسے یقین کروں؟

رگھوپتی۔ تو تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟

نکشتر رائے۔ اعتبار کا سوال نہیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا:

رگھوپتی۔ نہیں ایسا ہوگا۔

نکشت رائے۔ وہ کیوں کر؟

رگھوپتی۔ دیوی راجہ کے خون کی پیاسی ہے ؛

نکشت رائے۔ راجہ کا خون ؟

رگھوپتی۔ راجہ بننے سے پہلے تمہیں وہ خون دیوی کے چرنوں میں بھینٹ چڑھانا ہوگا ؛

نکشت رائے۔ لیکن میں وہ خون کیسے حاصل کروں ؟

رگھوپتی۔ راجہ گووند تمہارے سامنے ہے ـــــ بجے سنگھ! تم چپ رہو ـــــ ہاں، تو کیا تم سمجھے ؟ راجہ کو قتل کر دو اور اس کا گرم گرم خون دیوی کے چرنوں میں پیش کر دو۔ بجے سنگھ! تم یہاں سے چلے جاؤ ـــــ اگر تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے ـــــ

نکشت رائے۔ لیکن وہ میرا بھائی ہے۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں ؛

رگھوپتی۔ تمہاری قربانی اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے ؛

نکشت رائے۔ روحانی باپ! مجھے اپنی زندگی میں سکون ہے مجھے راج پاٹ نہیں چاہیئے ؛

رگھوپتی۔ اب تم بچ کے نہیں جا سکتے۔ یہ دیوی کا حکم ہے۔ وہ راجہ کے خون کی پیاسی ہے۔ وہ راج محل سے خون چاہتی ہے۔ اگر تم اپنے بھائی کو زندہ رکھنا چاہتے ہو۔ تو تمہیں اپنا خون دینا ہوگا ؛

نکشت رائے۔ باپ! مجھ پر رحم کرو!

رگھوپتی۔ تم اپنی زندگی میں اور موت کے بعد بھی آزاد نہیں رہ سکتے جب تک کہ دیوی کی آگیا کا پالن نہیں کروگے۔

نکشنت رائے۔ تو آپ چاہتے کیا ہیں؟ میں کیسے کروں؟

رگھوپتی۔ تم چھپے رہو۔ جب وقت آیا۔ تو میں تمہیں بتاؤں گا اس وقت چلو۔

(نکشنت رائے باہر چلا جاتا ہے)

جے سنگھ۔ یہ میں کیا سُن رہا ہوں۔ یہ میں نے کیا سُنا۔ اے ماں! کیا یہ تیرا حُکم ہے۔ بھائی اپنے بھائی کو ہلاک کرے آقا! تم نے یہ کیوں کہا۔ کہ یہ ماتا کا حکم ہے۔

رگھوپتی۔ دیوی کی سیوا کے لئے اس کے سوا اور کر ہی کیا سکتا تھا۔

جے سنگھ۔ ماں! کیا تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے؟ کیا تم اپنے ہاتھ سے کچھ بھی نہیں کر سکتیں؟ کیا چوروں کی طرح رات کے اندھیرے میں تم اپنی سیوا کروانی ہو؟ کتنا بھاری پاپ۔

رگھوپتی۔ تم پاپ کے متعلق کیا جانتے ہو!

جے سنگھ۔ وہی جو میں نے تم سے سیکھا!

رگھوپتی۔ تو پھر میرے نزدیک آؤ۔ میں تمہیں پھر ایک دفعہ سبق دوں۔ حقیقت میں پاپ کوئی چیز نہیں۔ قتل تو قتل ہی ہے یہ نہ گناہ ہے نہ کچھ اور چیز۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ اس مٹی میں ہزاروں جسم ملے ہوئے ہیں۔ زمانے کے ورق اُلٹو تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ انسان نے اپنی تاریخ ہمیشہ خون سے لکھی ہے۔ ہلاک کرنا زندگی کا ایک حصّہ

ہے۔ جنگل میں، انسانوں کی آبادی میں، پرندوں کے گھونسلوں میں، کیڑوں مکوڑوں کے سوراخوں میں، سمندر میں، آسمان پر ایک دوسرے کو قتل کیا جا رہا ہے۔ بغیر وجہ کے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور دُنیا میں ہو ہی کیا رہا ہے۔ سوائے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے اور دیکھنے ہو یہ کالی دیوی! ہزاروں برس سے یہ اپنی پیاسی زبان نکالے اور خون کا پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑی ہے۔ معلوم نہیں، کتنے انسانوں کا خون اس کے چرنوں پر بہا ہے۔

جے سنگھ۔ بس بس! گرو! کیا محبت ایک جھوٹ، رحم ایک دکھاوا ہے؟ کیا اس دُنیا میں صرف ایک بات سچی ہے۔ اور وہ تباہی اور بربادی کی خواہش؟ میرے گرو! تم میرے ہر دے سے کھیل رہے ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ دیوی میری طرف طعنہ سے بھری ہنسی سے دیکھ رہی ہے، اے میری خونی ماتا! کیا تجھے میرا خون درکار ہے؟ کیا میں یہ خنجر اپنے سینے میں گھونپ لوں۔ اور ہمیشہ کے لئے تیرا بچہ بن جاؤں؟ کیا ان رگوں میں جو خون بہہ رہا ہے۔ وہ تمہیں بہت پیارا لگتا ہے ماں! میری خونی ماں! گرو! تم نے مجھے بلایا؟ میں جانتا ہوں کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے دل کی ساری زنجیریں توڑ کر ماتا کے چرنوں میں نچھاور کر دوں، یہ ایک سچی بھینٹ ہوگی۔ لیکن راجہ کا خون ——! ماتا تو ہماری محبت کی پیاسی ہے۔ اور تم انسانی خون کی پیاس کا الزام دھر رہے ہو!

رگھوپتی۔ تو پھر مندر میں بھینٹ چڑھانا بند کر دی جائے!

جے سنگھ۔ ہاں! بند کر دی جائے، لیکن تم اچھے بُرے کی تمیز جانتے ہو؟ دل کا قانون کتاب کے قانون سے الگ ہوتا ہے، آنکھیں اپنی روشنی سے کچھ نہیں دیکھ سکتیں۔ انہیں باہر کی روشنی کی ضرورت ہے، گرو! مجھے معاف کرو، میں مورکھ ہوں! مجھے صرف یہ بتا دو کہ کیا ماتا کو راج کے خون کی ضرورت ہے؟

رگھوپتی۔ تمہیں دیکھ کر مجھے کتنا دُکھ ہوا، بیٹا! کیا مجھ پر تمہیں وشواس نہیں رہا؟

جے سنگھ۔ میری ساری دُنیا تمہارے وشواس پر ہی قائم ہے اگر ماتا کو راجہ کے خون کی ضرورت ہے تو وہ خون میں لاؤں گا، میں یہ نہیں چاہتا کہ بھائی بھائی کا خون بہائے۔

رگھوپتی۔ ایشور کے نیائے کے سامنے ہمیں سر جھکانا پڑے گا۔

جے سنگھ۔ گرو! یہ کام میرے سپرد ہونا چاہیئے۔ نیک کام میں ہی کرنا چاہتا ہوں۔

رگھوپتی۔ پتر! میں نے تمہیں بچپن سے پالا اب میں تمہیں ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتا، تم میرے دل کے بہت نزدیک رہتے ہو۔

جے سنگھ۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میری محبت کو پاپ کی گندگی سے بھرشٹ کرو۔ راجکمار نکشتر اکو اس کے وعدے سے آزاد کر دو!

رگھوپتی۔ میں کل سوچ کر فیصلہ کروں گا (باہر نکل جاتا ہے)

جے سنگھ۔ عمل آخر عمل ہوتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو! میرے گرو! تم نے سچ کہا، گردن کاٹنا کوئی پاپ نہیں، بھائی کا خون بہانا بھی

پاپ نہیں، راجہ کی گردن پر چھری چلانا بھی کوئی پاپ نہیں، کہاں جاتے ہو میرے بھیا! بسنتی پور کے میلے پر؟ وہاں چھوکریاں ناچ کرینگی؟ اہا! کیسی اچھی ہے یہ دُنیا! اور ناچنے والی چھوکریوں کی پنڈلیاں کیسی گوری گوری ہوتی ہیں! کیا خوب ہے دُنیا! یہ لوگ ناچتے گاتے ہوئے سڑک پر جا رہے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ ہی جانا ہوگا۔

(رگھوپتی داخل ہوتا ہے)

رگھوپتی ۔ جے سنگھ!

جے سنگھ ۔ کون ہیں آپ، میں آپ کو نہیں پہچانتا مجھے اس ہجوم کے ساتھ جانے دیجئے مجھے نہ روکئے، آپ اپنے راستے پر چلتے جائیے۔

رگھوپتی ۔ جے سنگھ!

جے سنگھ ۔ میرے سامنے ایک سیدھا راستہ ہے۔ کشکول میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور بھکاری کی چھوکری میری دلآرام ہو گی۔ اور میں آگے ہی آگے چلتا جاؤں گا، کون کہتا ہے کہ اس دُنیا کا راستہ کٹھن ہے، جہاں راستہ ختم ہوتا ہے، وہاں کوئی قانون نہیں، وہاں اپنی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ جہاں سکھ اور شانتی کے سوا کچھ بھی نہیں، کیا ضرورت ہے مقدس کتاب کی، گرو کی اور گرو کی تعلیم کی! گرو جی! میں بک رہا ہوں، لیکن اب تک میں صرف خواب دیکھ رہا تھا، وہ رہا، آپ کا مندر جو اتنا ہی ظالم ہے جتنا کہ سچ، کیا حکم دیا تھا آپ نے؟ میں وہ نہیں بھولا، (اپنا خنجر باہر نکالتا ہے) میں آپ کے ایک ایک لفظ کو

اس خنجر کی دھار کی طرح اپنے ذہن میں تیز کر رہا ہوں۔ کیا کچھ اور حکم
بھی ہے؟

رگھوپتی۔ میرے بیٹے! میں تمہیں کیسے کہوں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں
جے سنگھ۔ گرو دیو! مجھ سے محبت کا ذکر نہ کرو۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو
محبت! تو ہری ہری گھاس اور درختوں کے مانند ہے۔ یہ تو جیون کا
ایک نغمہ ہے۔ اور یہ دنیا کی اوپر کی سطح کے لئے ہوتا ہے اس کے
نیچے فرش ہے ٹھوس اور رہنے والے پتھر کے مانند نظر آئیگا۔

(وہ باہر نکل جاتے ہیں)

(راجہ اور چاند پال داخل ہوتے ہیں)

چاند پال۔ مہاراج! ذرا احتیاط کیجئے۔

راجہ۔ کیوں؟ کیا بات ہے۔

چاند پال۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی جان لینے کیلئے سازش ہو رہی ہے۔

راجہ۔ کسے ضرورت پڑی میری جان کی؟

چاند پال۔ مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے کہ کبھی میرے اطلاع ہی آپ پر خنجر کا
کام نہ کر جائیں۔ معلوم ہوا کہ نکشتر رائے ۔۔۔۔

راجہ۔ کیا کہا نکشتر رائے؟

چاند پال۔ اس نے رگھوپتی سے وعدہ کر دیا ہے کہ وہ آپ کا خون
لیکر دیوی کے چرنوں میں جائیگا!

راجہ۔ دیوی کے چرنوں میں؟ پھر میں اسے کوئی دوش نہیں دے سکتا!

کیونکہ جب معاملہ دیوی اور دیوتاؤں کا ہوتا ہے تو انسان اپنی انسانیت سے بہت دور نکل جاتا ہے۔ تم جاؤ کوئی فکر نہ کرو۔ مجھے اکیلے چھوڑ دو۔

(چاند بائی باہر نکل جاتا ہے)

راجہ۔ دیوی میرے یہ پھول قبول کرو۔ اور لوگوں کو امن کی زندگی بسر کرنے دو ماتا! جو لوگ کمزور ہیں وہ بے بس ہیں۔ اور جو لوگ طاقتور ہیں۔ وہ ظالم ہیں۔ راکشش ہیں۔ رحم نہیں ہوتا۔ جہالت عام ہوتی ہے اور جب کمزوروں کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ تو اس وقت غرور کچھ نہیں دیکھتا اپنی تلوار بلند نہ کرو۔ اور اپنے ہونٹوں سے خون نہ چوسو۔ یہ کیا ہے! تم بھائی کو بھائی سے لڑا رہی ہو اور شوہر کو بیوی سے۔ اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں اس شخص کے ہاتھوں مارا جاؤں جس سے میں نفرت کرتا ہوں۔ تو اپنی اچھا پوری کرو۔ کیونکہ گناہ کو بھی بھیانک شکل میں ہی ظاہر ہونا ہو گا جب راجہ کا خون اور اس کے بھائی کے ہاتھوں بہیگا۔ تو خون ان کی آزردگی کی شکل میں ظاہر ہو گی۔ لیکن اس کے بعد دیوی کا روپ دھارن کرے گی۔ اگر تمہاری یہی خواہش ہے۔ تو میں تمہارے سامنے سر جھکاتا ہوں۔

(جے سنگھ بھاگتا ہوا اندر داخل ہوتا ہے)

جے سنگھ۔ دیوی! مجھے بتاؤ کہ کیا تمہیں واقعی راجہ کے خون کی ضرورت ہے۔ مجھے حکم دو تاکہ میں وہ خون لا دوں۔

[illegible] ——!

جے سنگھ۔ راجہ! تمہارا وقت پورا ہو چکا۔ اپنی آخری پرارتھنا پوری کر لو۔

راجہ۔ تم کیا کہہ رہے ہو جے سنگھ؟

جے سنگھ۔ کیا تم نے دیوی کے الفاظ نہیں سُنے۔

راجہ۔ یہ دیوی کی آواز نہیں تھی۔ یہ تو رہی جانی پہچانی آواز رگھوپتی کی تھی۔

جے سنگھ۔ رگھوپتی کی آواز؟ نہیں نہیں۔ خیر کچھ بھی ہو۔ یہ ایک ہی بات ہے۔ آواز خواہ دیوی کی طرف سے آئے خواہ گورو کی طرف۔

(خنجر کو نکالتا ہے اور ایک طرف پھینک دیتا ہے)

ماتا! اپنے بچوں کی آواز سنو۔ تمہاری پوجا کے لئے تو صرف خوبصورت پھول ہونے چاہئیں تھے۔ یہ خون کیوں؟ یہ پھول بھی تو خون کی طرح سُرخ ہوتے ہیں۔ اور زمین کے سینے کو پھاڑ کر باہر نکلتے ہیں۔ یہی پھول کیا تمہیں قبول کرنا ہونگے۔ میں تمہارے غصے کا مقابلہ کروں گا۔ تمہیں خون کبھی نہیں دیا جائیگا۔ تمہاری آنکھیں غصے سے سُرخ ہو جائیں۔ تمہاری تلوار بلند ہو جائے۔ تمہارا غصہ تباہی و بربادی کا سامان پیدا کرے۔ میں تم سے نہیں ڈرتا۔ راجہ! یہ مندر دیوی کیلئے ہی چھوڑ دو اور جاؤ اپنی رعایا میں ——!

(راجہ باہر نکل جاتا ہے)

افسوس! افسوس!! ایک لمحہ میں میں نے سب کچھ کھو دیا۔ گورو دیو کی ...

(رگھوپتی اندر آتا ہے)

رگھوپتی۔ میں نے سب کچھ سُن لیا ہے۔ دھوکہ باز! تم نے اپنے گورو سے بھی دھوکہ کیا؟

جے سنگھ۔ گورو! تو پھر مجھے سزا دیجئے۔

رگھوپتی۔ تم کیا سزا چاہتے ہو؟

جے سنگھ۔ موت!

رگھوپتی۔ نہیں یہ کچھ نہیں۔ دیوی کے چرنوں کو چھو کر قسم اٹھاؤ۔

جے سنگھ۔ میں اس کے قدم چھوتا ہوں۔

رگھوپتی۔ کہو۔ آدھی رات سے پہلے میں راجہ کا خون دیوی کے چرنوں میں لا کر ڈالوں گا۔

جے سنگھ۔ میں آدھی رات سے پہلے راجہ کا خون دیوی کے چرنوں میں لا کر ڈالوں گا۔

(باہر نکل جاتے ہیں۔ گناوتی داخل ہوتی ہے)

گناوتی۔ میں ناکام رہی۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دنوں اگر میں سختی سے برتاؤ کرتی رہی تو وہ جھک جائیگا۔ میں اس سے دور بھی رہی۔ میں نے اپنا غصہ بھی دکھایا۔ لیکن میری سب کوششیں اکارت گئیں۔ عورت کا غصہ ہیرے کی چمک کے مانند ہوتا ہے۔ یہ صرف چمکتا ہے جلا نہیں سکتا۔ کاش! یہ بجلی کیطرح راجہ کے محل پر گرتا۔ اور اسے چونک کر بیدار کر دیتا۔ اور اس کا غرور خاک میں ملا دیتا۔

(دروہ داخل ہوتا ہے)

گناوتی۔ کہاں جا رہے ہو؟

دروہ۔ مجھے راجہ نے بلایا ہے۔

(باہر نکل جاتا ہے)

گناوتی۔ یہ بادشاہ کا پیارا بیٹا جا رہا ہے۔ اس نے راجہ کی محبت مجھ سے چھین لی ہے۔ میرے ہاں بیٹا نہیں ہے۔ اس لئے راجہ کے سینے میں اس کے لئے بہت محبت ہے۔ کالی ماتا! تمہاری مخلوق تو بےحد وحساب ہے۔ تم بڑے بڑے کام کر سکتی ہو۔ کیا تم میری گود نہیں بھر سکتیں؟ تم جو کچھ چاہو گی میں دونگی۔ (نکشنت رائے داخل ہوتا ہے) (راجکمار نکشنت رائے) تم کیوں جا رہے ہو۔ میں صرف ایک عورت ہوں کمزور۔ میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں۔ مجھ سے کیوں ڈرتے ہو؟

نکشنت رائے۔ مجھے مت بلاؤ۔

گناوتی۔ کیوں کیا ہوا۔

نکشنت رائے۔ میں راجہ نہیں بننا چاہتا۔

گناوتی۔ لیکن تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟

نکشنت رائے۔ راجہ بہت دیر تک زندہ رہے اور اس کی جگہ میں مر جاؤں۔

گناوتی۔ تم جب چاہو مر سکتے ہو۔ میں نے تو اس کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کہی۔

نکشنت رائے۔ تو مجھے بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟

گناوتی۔ جس چور نے تاج چرایا ہے۔ وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ اس کو راستہ سے ہٹا دیجئے؟

نکشنت رائے۔ سمجھا! لیکن چور کون ہے؟

گناوتی۔ وہ، وہ۔ وہ لڑکا! کیا تم نہیں دیکھتے، کہ وہ راجہ کی بیل کس طرح بڑھتا جا رہا ہے۔ ایک دن اس کا ہاتھ تاج تک پہنچ جائے گا:

نکشت رائے۔ ہاں! مجھے بھی کئی بار اس کا خیال آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا بھائی کھیل کود میں بچے کے سر پہ تاج رکھ دیا کرتا ہے:

گناوتی۔ تاج سے کھیلنا ایک خطرناک کھیل ہے۔ اگر تم کھیلنے والے کو راستے سے نہیں ہٹاؤ گے، تو تم اپنا خاتمہ سمجھو:

نکشت رائے۔ مجھے بھی وہ پسند نہیں ہے:

گناوتی۔ بس کالی ماتا کی بھینٹ چڑھا دو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ ماتا خون کی پیاسی ہے:

نکشت رائے۔ ہاں! لیکن یہ میرا کام نہیں:

گناوتی۔ بیوقوف! لیکن جب تک ماتا راضی نہ ہو تم اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہو؟ اُسے خون کی ضرورت ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تو اپنے آپ کو بچاؤ:

نکشت رائے۔ لیکن ماتا کو راجہ کے خون کی ضرورت ہے:

گناوتی۔ تم سے کس نے کہا؟

نکشت رائے۔ مجھے اس شخص سے پتہ چلا جسے ماتا خواب میں نظر آیا کرتی ہے:

گناوتی۔ نہیں اس لڑکے کو راجہ کی بجائے مرنا چاہیئے۔ اس کا خون تمہارے بھائی سے زیادہ قیمتی ہے۔ راجہ اسی قیمت پر بچایا جا سکتا ہے:

نکشت رائے - میں سمجھا!

گناوتی - وقت ضائع نہ کرو اس کے پیچھے دوڑو ورنہ بہت دور نہیں گیا ہو گا۔
لیکن یاد رکھنا میرے نام پر اس کو کبھی نہ چھوڑنا۔

نکشت رائے - ایسا ہی ہو گا۔

گناوتی - رانی کی بیٹی کو مندر کے دروازے سے واپس کر دیا گیا تھا!
مجھے معاف کرنا۔

(وہ باہر نکل جاتی ہیں۔ جے سنگھ داخل ہوتا ہے)

جے سنگھ - ماتا! دنیا کی کوئی چیز بھی تیرے پنجے سے نہیں بچ سکتی۔ میری چیخ پکار کا جواب وہ تیری آواز ہی ہو گی لیکن تم مجھ سے کیا یہ نہیں کہہ سکتیں "بیٹا میں یہاں ہوں!" "نہیں وہ کہیں بھی نہیں، وہ کچھ بھی نہیں" کیا تو صرف چھلاوہ ہی ہے۔ جے سنگھ پر رحم کھاؤ اور اس کے لئے سچ مچ کی دیوی بن جاؤ۔ کیا تم واقعی ایسا فریب ہو کہ میرے پریم کی آگ تم میں زندگی پیدا نہیں کر سکتی۔ اے بیوقوف تم کس کے سامنے اپنی زندگی کا پیالہ انڈیل رہے ہو۔ پاگل! ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔
اس کے لئے جواب پتھر ہے۔ جھوٹی! بے رحم! بغیر ماتا کے!!

(اپرنا داخل ہوتی ہے)

اپرنا - تم کو کئی بار مندر سے نکالا گیا۔ لیکن تم پھر بار بار آ جاتی ہو کیونکہ تم سچائی ہو اور سچائی کو جلا وطن نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے اپنے مندر میں

قریب کر تخت پر بٹھا رکھا ہے۔ اور اس کی پوجا کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی سچ یہ ہے۔ کہ دیوی یہاں کبھی نہیں آئی۔ اپرنا! مجھے اکیلا مت چھوڑو۔ میرے پاس آؤ۔ تم اُداس کیوں ہو؟ کیا کوئی ایسا دیوتا تم سے چھن گیا ہے جو جواب دیتا نہیں۔ مجھے یہ تو بتاؤ۔ کہ اس چھوٹی سی دُنیا میں کیا ہمیں ایشور کی ضرورت ہے؟ ہمیں دیوتاؤں سے نڈر ہو کر ایک دوسرے کے نزدیک ہو جانا چاہیئے۔ وہ تو ہمارا خون چاہتے ہیں۔ اور اسی لئے وہ آکاش کے سنگھاسن چھوڑ کر زمین پر اُترے تھے۔ کیونکہ ان کے آکاش میں انسان نہیں ہیں۔ جن کو وہ ایذا پہنچا سکیں۔ اے لڑکی! یاد رکھ کہ دیوی کچھ بھی نہیں ہے!

اپرنا۔ تو چھوڑ دو اس مندر کو ــــــ میں اور تم اکٹھے رہیں گے۔

جے سنگھ۔ مندر کو چھوڑ دوں ــــ ہوں ٹھیک ہے۔ میں اسے چھوڑ دوں گا۔ ــــ! خیر چھوڑو ان باتوں کو میرے دل کی رانی! میرے نزدیک آؤ۔ میرے کان میں کوئی ایسی بات کہو جس سے زندگی کا چشمہ پھوٹ پھوٹ کر بہ نکلے۔

اپرنا۔ جب دل بھرا ہوا ہو۔ تو وہاں الفاظ بیکار ہوتے ہیں۔

جے سنگھ۔ تو پھر اپنا سر میرے سینے پر جھکا دو۔ دو انمٹ چیزیں۔ موت اور زندگی خاموشی سے ایک دوسرے کو چھوئیں۔ لیکن مجھے ضرورت نہیں۔ مجھے جانا ہے۔

اپرنا۔ جے سنگھ! کٹھور مت بنو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے کتنا دُکھ اٹھایا ہے

جے سنگھ۔ کیا میں کٹھور ہوں؟ کیا تمہاری طرف سے مجھے یہی انعام ملنا تھا۔ کیا میں اس پتھر کے ٹکڑے کی طرح کٹھور ہوں جسے دیوی کہا جاتا ہے؟

اپرنا! اگر تم دیوی ہوتیں، تو تم جانتیں کہ میرے سینے میں کس طرح آگ بھڑک رہی ہے۔ لیکن تم میری دیوی ہو۔ تمہیں بتاؤں۔ کہ میں نے تمہیں کیسے پہچانا؟

اپرنا۔ کہنے جاؤ ــــ!

جے سنگھ۔ تم ہر لمحہ میرے پاس اپنی بھینٹ لے کر آئیں جیسے ایک ماں اپنے بچے کے پاس آتی ہے۔ ایشور ایک ایسی قربانی ہے۔ جو اپنی دنیا میں زندگی ہی زندگی پیدا کرتا ہے۔

اپرنا۔ جے سنگھ! آؤ اس مندر کو چھوڑ دیں اور اکٹھے باہر نکل چلیں۔

جے سنگھ۔ اپرنا! مجھے بچاؤ۔ مجھ پر رحم کھاؤ۔ اور مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میری زندگی کا ایک ہی مقصد تھا۔ تم وہ جگہ نہ لو۔

(بھاگ کر باہر نکل جاتا ہے)

اپرنا۔ میں نے بار بار دکھ اٹھایا۔ میں کمزور ہو گئی، میرا دل ٹوٹ گیا۔

(باہر نکل جاتی ہے)

(رگھوپتی اور راجکمار نکشنت رائے داخل ہوتے ہیں)

رگھوپتی۔ اس لڑکے کو تم نے کہاں چھپایا؟

نکشنت رائے۔ وہ اس کمرے میں ہے۔ جہاں پوجا کے برتن رکھے ہیں وہ روتا روتا سو گیا ہے۔ اگر وہ دوبارہ جاگا۔ تو پھر میں اپنا کام نہ کر سکوں گا

رگھوپتی۔ جب جے سنگھ میرے پاس آیا تھا۔ تو اس کی عمر بھی اتنی ہی تھی مجھے یاد ہے۔ کہ وہ کس طرح رونا رو تا دیوی کے چرنوں میں سو گیا تھا۔ مندر کا دیا جل رہا تھا۔ اور مدھم سی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی وہ شام بھی بڑی طوفانی تھی۔

نکشتر رائے۔ گورو! بہت کم دنوں میں بتا رہا ہوں۔ کہ سوچتا ہوں اس کا کام کر دوں۔ اس کی چیخیں میرے دل میں خنجر کی طرح چبھ جاتی ہیں۔

رگھوپتی۔ اگر وہ جاگا تو پھر میں اسے سلا دوں گا۔

نکشتر رائے۔ اگر آپ نے جلدی نہ کی تو راجہ ادھر دیکھنا کہہ گیا آج شام وہ تاج و تخت اس لڑکے کے حوالے کر رہا ہے۔

رگھوپتی۔ دیوی پر بھروسہ رکھو۔ شکار اب ہمارے ہاتھ میں ہے اور وہ اب بچ کے نہیں جا سکتا۔

نکشتر رائے۔ لیکن چاند پال دیکھ بھال کر رہا ہے۔

رگھوپتی۔ وہ ماتا سے زیادہ دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔

نکشتر رائے۔ میرا خیال ہے کوئی آدمی یہاں سے گزر رہا ہے۔

رگھوپتی۔ یہ تمہارا وہم ہے۔

نکشتر رائے۔ ابھی آپ نے چیخ کی آواز نہیں سنی؟

رگھوپتی۔ وہ تمہارے اپنے دل کی آواز تھی۔ خوف کو اپنے دل سے نکال دو ساحل پار آؤ اکٹھے بیٹھ کر پونتر شراب پئیں۔ جب تک کوئی کام ذہن

بن رہے۔ وہ بڑا معلوم ہوتا ہے، اور جب ہو جائے۔ تو معمولی نظر آتا ہے۔ بادل بہت بڑا اور سیاہ ہوتا ہے۔ لیکن برسنے وقت اس کے چھوٹے چھوٹے قطرے بن جایا کرتے ہیں۔ راجکمار! گھبراؤ نہیں، یہ ایک لمحہ کا کام ہوگا۔ ایسے ہی جیسے موم بتی کو پھونکنے سے اس کی زندگی کا ایک شعلہ ایک پل میں بجھ جایا کرتا ہے۔ بجلی ایک لمحہ میں گرے گی۔ لیکن راجہ کے غرور میں ہمیشہ کے لئے چوٹ پہنچ جائیگی۔ ہاں بھیا! تم خاموش کیوں ہو۔

نگشت رائے۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہمیں جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ کل رات تک انتظار کیجئے۔

رگھوپتی۔ آج کی رات کل کی رات کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بہتر۔

نگشت رائے۔ قدموں کی آہٹ سنی ہے؟

رگھوپتی۔ میں نے تو کچھ نہیں سنا۔

نگشت رائے۔ دیکھئے وہ روشنی!

رگھوپتی۔ وہ راجہ آگیا۔ تم نے بہت دیر لگا دی۔

(راجہ دربار کی سمت داخل ہوتا ہے)

راجہ۔ گرفتار کر لو انہیں (رگھوپتی سے) کیا تمہیں کچھ کہنا ہے؟

رگھوپتی۔ کچھ نہیں۔

راجہ۔ اپنا جرم مانتے ہو؟

رگھوپتی۔ جرم؟ ہاں میرا جرم میری کمزوری ہے۔ کہ میں نے ماتا کی بھینٹ

پچھلے دنوں میں دیش کی سزا دیوی کیطرف سے آیا کرتی ہے تم تو محض ایک آلہ ہو ؛

راجہ - میرے قانون کے مطابق میرے سپاہی تمہیں جلا وطن کرنے کے لئے لے جائیں گے، جہاں تمہیں آٹھ سال گزارنے ہوں گے ؛

رگھوپتی - راجہ! میں نے کبھی کسی انسان کے سامنے سر نہیں جھکایا میں برہمن ہوں - میری ذات تم سے بھی بڑی ہے - لیکن آج میں تم سے یہ پرارتھنا کرتا ہوں - تم مجھے ایک دن کی مہلت دے دو ؛

راجہ - منظور ہے !

رگھوپتی - تم راجاؤں کے راجہ ہو - تمہاری سلطنت، تمہارا رحم بیحد وحساب ہے - اور میں تو خاک میں ملے ہوئے ایک کیڑے کے مانند ہوں ؛

(باہر چلا جاتا ہے)

راجہ - نکشتر رائے ! اپنے جرم کو مان لو ؛

نکشتر رائے - ہاں میں مجرم ہوں - راجہ! اب مجھے جرأت نہیں کہ میں معافی مانگوں ؛

راجہ - راجکمار! یہ تو میں جانتا ہوں، کہ تم بڑے رحم دل ہو مجھے بتاؤ کہ تمہیں کس نے پھسلایا ؟

نکشتر رائے - راجہ! میں کسی اور کا نام نہیں لے سکتا، میرا جرم میرا ہی ہے - تم نے اپنے بے وقوف بھائی کو کئی بار معاف کیا - اور آج ایک بار پھر وہ تمہارے پاؤں پڑتا ہے ؛

راجہ۔ نکشت رلئے! میرے پاؤں چھوڑ دو! انصاف کے لئے قانون کی مجبوری بھی کچھ چیز نہیں۔

درباری۔ مہاراج! یہ آپ کا بھائی ہے اسے معاف کر دیجئے۔

راجہ۔ مجھے یہ بھی نہیں بھولنا ہوگا۔ کہ میں راجہ ہوں، نکشت رلئے کو آٹھ سال تک جلاوطن رہنا پڑے گا، اور دریا کے کنارے میں نے جو اپنا محل بنایا ہے۔ اس میں رہنا ہوگا بھائی! یہ سزا صرف تمہارے لئے نہیں، بلکہ میرے لئے بھی ہے۔ البتہ جسمانی طور پر میں اس میں حصہ نہیں لے سکتا۔ لیکن تمہاری غیر حاضری مجھے آٹھ سال تک بے چین رکھے گی۔ دیوتا تمہاری حفاظت کریں (وہ سب باہر نکل جاتے ہیں)

(رگھوپتی اور جے سنگھ اندر داخل ہوتے ہیں)

رگھوپتی۔ میرا غرور خاک میں مل گیا۔ میں نے برہمن کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا بیٹے! اب میں تمہارا گورو نہیں رہا کل تک تو میں تم پر حکم چلا سکتا تھا۔ لیکن آج میں تم سے درخواست کر رہا ہوں، میری روشنی بجھ چکی ہے۔ وہ روشنی جس سے میں راجہ کا مقابلہ کیا کرتا تھا۔ مٹی کا دیا تو بار بار بجھایا اور جلایا جا سکتا ہے۔ لیکن ستارہ جب بجھ جاتا ہے۔ تو ہمیشہ کے لئے بجھ جاتا ہے۔ زندگی کی حقیقت ہی کیا ہے۔ یہ جیون ہے ہی کیا۔ دیوتا کی ایک بڑی معمولی سی چیز ہے۔ اور اس معمولی سی چیز کے لئے میں نے راجہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ میں نے ایک دن کی مہلت مانگی اب وہ ایکدن

ضائع نہیں جانا چاہیئے۔ میرا سیاہ چہرہ اب راجہ کے خون سے سُرخ ہونا ہی چاہیئے۔ بیٹے! کیوں نہیں بولتے تم! مانا کہ میں نے تمہارے گوردھو شکی حیثیت سے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے لیکن تمہارا باپ تو ہوں تمہارے باپ سے بھی زیادہ! ایک یتیم بچے کا باپ۔ آہ! لیکن انسان اس وقت بدترین بھکاری بن جاتا ہے جب وہ محبت کی بھیک مانگتا ہے۔ بیٹے تم اب بھی خاموش ہو۔ تو مجھے اپنے گھٹنے تمہارے سامنے بھی ٹیکنے ہوں گے۔ بیٹا! جب تم پہلے پہل آئے۔ اور تم بچے سے تھے۔ تو میں گھٹنے ٹیک کر تمہیں اُٹھایا کرتا تھا؛

جے سنگھ۔ پتا جی! دُکھے ہوئے دل کو اور نہ دُکھایئے! اگر دیوی کو راجہ کے خون کی ضرورت ہے۔ تو میں آج وہ خون لا ہی دوں گا مجھے آج سارے قرضے چکا دینے ہوں گے۔ ایک ایک پائی! میری واپسی کا انتظار کر دیتا! میں جلد آؤں گا؛

(باہر خوفناک طوفان کی آوازیں)

رگھوپتی۔ ماتا آخر جاگ پڑی! اس کا عذاب سارے شہر پر اُتر رہا ہے۔ دُنیا کے درخت ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ تارے بھی کوئی دم میں ٹوٹ کر گریں گے۔ ماتا! تم نے اپنے پجاریوں کو اب تک کیوں انتظار میں رکھا۔ میں کسی کی آواز سُن رہا ہوں۔ (اپرنا داخل ہوتی ہے)؛

اپرنا۔ جے سنگھ کہاں ہے؟

رگھوپتی۔ چلی جا۔ بد شگون پُجارن!

اپرنا۔ (جاتے ہوئے) اگر جے سنگھ واپس نہ آیا تو ــــــ؟

رگھو پتی۔ نہیں، وہ اپنا وعدہ نہیں توڑے گا۔ کالی ماتا! تمہاری جے ہو۔
لیکن اُسے اگر راستے میں کوئی رکاوٹ پیش آئی تو ــــــ؟ اگر وہ
راجہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں پکڑا گیا، ماتا! تم اس کی حفاظت
کرو گی۔ تم سب کچھ دیکھ رہی ہو۔ تمہیں کوئی نہیں جیت سکتا۔ تمہارے
نام پر بٹہ نہیں لگ سکتا۔ اگر تمہارے بچے اپنا غرور اور اپنا دھرم کھو
بیٹھیں۔ اور باغیوں کے سامنے اپنے سر جھکا دیں، تو پھر تمہارا جھنڈا
اُٹھانے والا کون ہوگا؟ آہ! میں اس کے قدموں کی آہٹ سن رہا
رہا ہوں۔ کیا وہ ناکام رہا؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا!

(جے سنگھ بھاگ کر اندر آتا ہے)

رگھو پتی۔ جے سنگھ! کہاں ہے وہ خون؟

جے سنگھ۔ وہ میرے پاس ہے وہ میں اپنے ہاتھوں سے دیوی کے بھینٹ
چڑھاؤں گا۔ ماتا! کیا تو چاہتی ہے راجہ کا خون! جو تمہارے بچوں کو
پال رہا ہے؟ میں کھشتری ہوں۔ اور راجہ کے خون سے تعلق رکھتا
ہوں۔ میرے باپ دادا بھی راج پاٹ کے مالک تھے۔ میری
رگوں میں بھی راجہ کا خون بہہ رہا ہے تو پھر لو! اور اپنی پیاس ہمیشہ
کے لئے بجھا دو۔

(خنجر اپنے سینے میں گھونپتا ہے اور گر پڑتا ہے)

رگھو پتی۔ جے سنگھ! ظالم! یہ تم نے کیا کیا! تم نے اپنے [illegible]

جے سنگھ! میرے بیٹے مجھے معاف کرنا آؤ میرے دل کے نزدیک میرے دل کا خزانہ صرف تمہیں تھے مجھے اپنی جگہ مرنے دو:

(اپرنا داخل ہوتی ہے)

اپرنا۔ میں تو پاگل ہو گئی۔ کہاں ہے جے سنگھ! یہ کیا ہو رہا ہے؟

رگھوپتی۔ ادھر آؤ میری بچی اپنی محبت کا سارا زور لگا کر اسے واپس بلاؤ۔ اگر تم اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو۔ تو رکھو لیکن اسے زندہ کر دو۔ (اپرنا بیہوش ہو جاتی ہے) اس کا ماتھا مندر کی دیوار پر ہے) مجھے واپس دو مجھے واپس دو مجھے واپس دے دو:

رگھوپتی۔ (کھڑا ہو جاتا ہے اور دیوی سے مخاطب ہوتا ہے) دیکھو تو ہی یہ دیوی کیسے کھڑی ہے نامعقول پتھر بہرا گونگا۔ اندھا ساری دکھی دنیا اس کے دروازے پر پڑی رو رہی ہے۔ پاک اور پوتر دل اس دیوی کے چرنوں میں تباہ ہو رہے ہیں۔ میرا جے سنگھ مجھے واپس دے دو۔ آہ یہاں کوئی نہیں سنے گا۔ ہماری غمناک آہیں یونہی گونج کر رہ جاتی ہیں۔ ہم اس پتھر کے فریب میں کیا کچھ نہیں کرتے۔ دفع کرو۔ اور پھینکو اس پتھر کو جس نے ہماری روحوں پر بوجھ ڈالا ہوا ہے (دیوی کو ایکطرف پھینک دیتا ہے اور خود صحن میں آ تا ہے گناوتی داخل ہوتی ہے)

گناوتی۔ کالی ماتا کی جے۔ ہیں! دیوی کہاں گئی:

رگھوپتی۔ کوئی دیوی نہیں ہے!

گناوتی ۔ اسے واپس لاؤ۔ میں اپنی بھینٹ لائی ہوں۔ میں اپنے دل کا خون
اس کی پیاس بجھانے لائی ہوں۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ رانی کا
قول سچا ہوتا ہے۔ مجھ پر رحم کرو۔ دیوی کو صرف آج رات کیلئے واپس لاؤ۔

رگھوپتی ۔ وہ کہیں بھی نہیں۔

گناوتی ۔ گورو! کیا وہ مندر میں نہیں تھی؟

رگھوپتی ۔ دیوی! اگر سچ مچ کی کوئی دیوی ہوتی۔ تو دنیا میں ایسے بھی ہو سکتا تھا؟

گناوتی ۔ مجھے دکھ نہ پہنچاؤ۔ سچ سچ بتاؤ۔ کیا کوئی دیوی نہیں ہے؟

رگھوپتی ۔ کوئی نہیں ہے!

گناوتی ۔ تو یہاں پہلے کون تھا؟

رگھوپتی ۔ کچھ بھی نہیں!

(اپرنا مندر سے باہر آتی ہے)

اپرنا ۔ پتا جی!

رگھوپتی ۔ میری پیاری بچی! کیا تم نے مجھے پتا کے نام سے پکارا؟ کیا تم
نے مجھے اس نام سے گالی دی۔ میرا بیٹا۔ جسے میں نے ہلاک کیا ہے
وہ اس نام کو تیرے ہونٹوں کے لئے چھوڑ گیا۔

اپرنا ۔ پتا جی! آؤ ہم یہاں سے دور نکل جائیں۔

(راجہ داخل ہوتا ہے)

راجہ ۔ دیوی کہاں گئی؟

رگھوپتی ۔ اب دیوی نہیں رہی۔

راجہ۔ لیکن یہ خون کیسا ہے؟

رگھوپتی۔ مہاراج! جے سنگھ نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ کیونکہ وہ تم سے بہت محبت کرتا تھا!

راجہ۔ اپنے آپ کو ہلاک کر لیا! کیوں؟

رگھوپتی۔ اس فریب کو چھپانے کے لئے جو انسانوں کے خون کو چوس رہا تھا۔

راجہ۔ جے سنگھ ایک بڑا آدمی تھا۔ اس نے موت پر قابو پا لیا۔ میرے پھول اس کے لئے ہیں!

گناوتی۔ مہاراج!

راجہ۔ مہارانی!

گناوتی۔ دیوی نہیں!

راجہ۔ وہ پتھر کی قید سے آزاد ہو کر نکل گئی ہے۔ اور عورت کے دل میں واپس آ گئی ہے!

اپرنا۔ پتا جی! آئیے!

رگھوپتی۔ آؤ بچی! آؤ ماتا! میں نے تمہیں پا لیا۔ تم جے سنگھ کی آخری نشانی ہو ——!!

(پردہ)

راجہ رانی

اشخاص :-

راجہ بکرم ——————— اس کی رانی سمترا

دیودت ——————— راجہ کا برہمن

وزیر ———————

جرنیل ———————

راجہ کمارسین ——————— رانی کا بھائی

شنکر ——————— راجہ کمارسین کا ملازم

چندرسین ——————— راجہ کمارسین کا چچا

دیوتی ——————— چندرسین کی بیوی

امالا ——————— پہاڑی ریاست کا ایک سردار

ایلا ——————— اس کی بیٹی

ان کے علاوہ سپاہی، ملازم وغیرہ ۔

(راجہ محل کا باغ - راجہ بکرم اور اس کی رانی سُمترا)

راجہ - رانی! کیا بات ہوئی، تمہیں دیر ہو گئی!

رانی - میرے راجہ! کیا تم یہ نہیں جانتے کہ میں جہاں بھی ہوں صرف تمہارے لئے ہوں، تمہارے گھر کے کام کاج کے باعث میں رکی رہی۔ لیکن تم سے دور نہیں تھی۔

راجہ - چھوڑ دو! اس کام کاج کو، میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ دُنیا کا کوئی کام مجھے تم سے الگ رکھے۔ تم صرف میرے لئے ہو!

رانی - نہیں راجہ! میں تمہارے دل میں تمہاری پیاری بیوی کیطرح ہوں لیکن تمہاری دنیا میں رانی کیطرح،

راجہ - میری پیاری رانی! کہاں گئے وہ دن جب ہم پہلے پہل ملے تھے اور ہماری خوشیاں صرف ہمارے لئے تھیں، اسوقت ہماری دُنیا ہم میں نہیں جاگی تھی، ایک طویل خاموشی میں ہماری صبح ہوئی تھی۔ تمہاری آنکھوں میں ایک عجیب شرمیلاپن تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا شبنم کا قطرہ پھول کی پتیوں سے لپٹا ہوا تھا۔ اور تمہارے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ایسے کھیلتی تھی گویا ایک ننھا سا دیا ہلکی ہلکی ہوا میں جل رہا ہو، تم نے مجھے بغل میں بھینچ لیا۔ اور صبح کے وقت

جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو تمہارے بجائے قدم اٹھ نہیں سکتے تھے، تم جانا نہیں چاہتی تھیں، اس وقت کہاں تھا، گھر کا کام کاج اور یہ دیکھ بھال اور یہ دنیا کے جنجال؟

رانی۔ راجہ! کیا باتیں کر رہے ہو، اُس وقت ہم میں بچپن تھا، آج ہم راجہ اور رانی ہیں ؞

راجہ۔ راجہ اور رانی! صرف نام ہی ہیں، ہم اس سے کچھ زیادہ ہیں، ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ؞

رانی۔ تم میرے راجہ بھی ہو۔ اور میرے شوہر بھی ہو۔ مجھے تمہارے پیچھے چلنے سے بڑی شانتی ہوتی ہے۔ تم پہلے راجہ اور پھر کچھ اور ؞

راجہ۔ کیا تمہیں میری محبت کی ضرورت نہیں؟

رانی۔ مجھ سے محبت کرو۔ لیکن محبت کو ضائع نہ کرو ؞

راجہ۔ میں عورت کے دل کو سمجھ سکتا ؞

رانی۔ راجہ! اگر تم اپنا سارا پریم مجھ پہ خرچ کر دو گے۔ تو ایک دن پھر مجھے بھی محروم رہنا پڑے گا ؞

راجہ۔ چھوڑو ان بے معنی باتوں کو۔ پرندوں کے گھونسلے محبت سے خاموش ہیں، صرف ہونٹوں کو ہونٹوں کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ الفاظ اکثر بے معنی ہوتے ہیں ؞

(ملازم داخل ہوتا ہے)

ملازم۔ مہاراج! دزیر درشن کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہے۔ ریاست کے ایک ضروری معاملے پر آپ کی اجازت لینی ہے۔

راجہ۔ نہیں اس وقت نہیں!

(ملازم باہر جاتا ہے)

رانی۔ مہاراج اسے اندر آنے دو۔

راجہ۔ ریاست کے معاملے ہوتے ہی رہیں گے۔ رسیلا سماں کبھی کبھی آتا ہے۔ وہ پھول کی پتی کی طرح نازک ہوتا ہے۔ فرض کو ملتوی کرنا بھی فرض ہے

رانی۔ مہاراج میں التجا کرتی ہوں کہ آپ ریاست کے معاملے کی طرف توجہ دیں۔

راجہ۔ تم بڑی ظالم عورت ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں ہمیشہ تمہارا ہی کہا مانتا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔ (وہ جاتا ہے)

(بادشاہ کا برہمن دیودت داخل ہوتا ہے)

رانی۔ گورو! یہ تو بتائیے کہ باہر شور کیسا ہے؟

دیودت۔ وہ شور؟ مجھے حکم دیجئے اور سپاہیوں کی امداد سے میں اس شور کو دور کر سکتا ہوں۔ پاجی! بھوکے لوگ!

رانی۔ ٹھٹھا نہ کیجئے۔ مجھے بتائیے کہ ہوا کیا ہے؟

دیودت۔ کچھ بھی نہیں صرف بھوک ہے۔ پاجی لوگ بھوکے ہیں! بھوکے لوگ شور مچا رہے ہیں، اور تمہارے باغ کے نازک پرندوں کو ڈرا رہے ہیں۔

رانی - گورو! مجھے یہ بتاؤ کون بھوکے ہیں ؟

دیودت - ان پاپیوں کی قسمت ہی خراب ہے، راجہ کی غریب رعایا اتنی مدت تک ایک وقت کے کھانے پر زندہ رہی ہے۔ لیکن ان گدھوں کو بھوک برداشت کرنا نہیں آتی۔ اور کس قدر حیرانی کی بات ہے ؎

رانی - افسوس! راجہ کی زمین غلہ سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن اس کی رعایا بھوکی مر رہی ہے!

دیودت - غلہ تو اس کا ہے جس کی زمین ہے۔ وہ غریبوں کے لئے نہیں ہوتا۔ وہ کتوں کی طرح راجہ کی دعوت کے وقت ایک کونے میں آکر کھڑے ہو جاتے ہیں، انہیں چھوڑی ہوئی ہڈیاں ملتی ہیں یا دھکے ؎

رانی - اس کا مطلب ہے کہ اس ملک کا کوئی راجہ نہیں ؟

دیودت - ایک نہیں سینکڑوں ؎

رانی - کیا راجہ کے حاکم دیکھ بھال نہیں کیا کرتے ؎

دیودت - تمہارے حاکموں پر کوئی الزام نہیں دھرا جا سکتا۔ وہ غیر ملک سے قلاش آئے تھے، اور اب راجہ کی رعایا خالی ہاتھ ہے ؎

رانی - غیر ملک سے؟ کیا وہ میرے رشتہ دار ہیں ؟

دیودت - ہاں رانی!

رانی - جے سین کے متعلق تم کیا کہتے ہو ؟

دیودت - وہ سنگھرسوبلے پر راج کرتا ہے۔ اور تمام چیزیں سمیٹ کر لے جاتا ہے۔ صرف ہڈیاں باقی رہتی ہیں ؎

رانی۔ اور شیلا ــــــــ ؟

دلیودت۔ وہ تو تجارت میں مست ہے۔ تمام سوداگروں کا منافع خود سمیٹ لیتا ہے ۔

رانی۔ اور راجیت ؟

دلیودت۔ وہ وجے کورٹ میں رہتا ہے۔ اور ہر وقت ہنستا رہتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے ۔

رانی۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ میں اپنے باپ کی زمین سے یہ گندگی ضرور باہر نکالوں گی۔ اور اپنی رعایا کو بچاؤں گی۔ تم اب جاؤ۔ راجہ آرہا ہے ۔

(راجہ داخل ہوتا ہے)

رانی۔ میں اپنی رعایا کی ماں ہوں۔ میں ان کی آہیں نہیں سن سکتی۔ راجہ! انہیں بچاؤ ۔

راجہ۔ تم کیا چاہتی ہو ؟

رانی۔ جو لوگ رعایا پر ظلم کر رہے ہیں انہیں باہر نکال دو ۔

راجہ۔ تم جانتی ہو وہ کون ہیں ؟

رانی۔ ہاں میں جانتی ہوں ۔

راجہ۔ وہ تمہارے رشتہ دار ہیں ۔

رانی۔ وہ میرے رشتہ دار نہیں میں رعایا کی ماں ہوں۔ وہ ڈاکو ہیں جو تمہارے تخت کے پردے کے پیچھے سے اپنا شکار ڈھونڈھ رہے ہیں ۔

راجہ۔ جے سین اشبلا، اجیت!

رانی۔ ہاں ہاں ان کا صفایا کر دو۔

راجہ۔ لیکن وہ لڑائی کے بغیر نہیں جائیں گے۔

رانی۔ تو پھر ان سے لڑائی کر دو۔

راجہ۔ لڑائی! پہلے میں تمہیں تو جیت لوں۔ پھر دشمنوں کو جیتنے کی بھی باری آئیگی۔

رانی۔ راجہ! میں تمہاری رانی ہوں۔ میں تمہاری رعایا کو بچاؤں گی۔

(باہر جاتی ہے)

راجہ۔ تم اس طرح مجھے مایوس کر دیا کرتی ہو۔ تم پہاڑ کی بلند چوٹی پر بیٹھی ہو جہاں میں نہیں پہنچ سکتا۔ تم خود اپنے ایشور کو ڈھونڈنے نکل جاتی ہو۔ اور میں تمہارے پیچھے مارا مارا پھرتا ہوں۔

(دیودت داخل ہوتا ہے)

دیودت۔ مہاراج! رانی کہاں ہے۔ آپ اکیلے کیوں ہیں؟

راجہ۔ اے برہمن! یہ تمہاری سازش ہے۔ تم یہاں آتے ہو۔ اور رانی کو ریاست کے معاملات سے آگاہ کرتے ہو۔

دیودت۔ مہاراج! ریاست خود چیخ رہی ہے۔ اور اس کی بلند آوازیں رانی کے کانوں کو بھی چھو جاتی ہیں۔ یہ آوازیں اب کس قدر بلند ہو چکی ہیں کہ آپ کے آرام میں خلل ڈال رہی ہیں۔ مہاراج! مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تو رانی سے تنخواہ لینے آیا تھا۔ گھر میں

کھانے کو کچھ نہیں رہا، اور یہ ہمیں شور مچا رہی ہے ؛

(وہ باہر جاتا ہے)

راجہ۔ میں اپنی رعایا کے لئے خوشی چاہتا ہوں، یہ ناانصافی اور تکلیف کیوں ہے ؟ یہ طاقتور لوگ کمزوروں پر اپنی نگاہیں کیوں ڈال رہے ہیں (وزیر داخل ہوتا ہے) تمام بدلیشی ڈاکوؤں کو میری سلطنت سے باہر نکال دو۔ میں مظلوموں کی آہیں زندہ دیتا تک سننا نہیں چاہتا !

وزیر۔ مہاراج! جو بدی ایک مدت سے جڑ پکڑتی رہی ہے، اسے ایک دن میں اکھیڑ کر آپ کیسے پھینک دیں گے ؟

راجہ۔ جڑ پر زور سے کلہاڑا چلاؤ۔ سو سال کا پرانا درخت ایک لمحہ میں گرایا جا سکتا ہے ؛

وزیر۔ لیکن ہمیں ہتھیاروں اور سپاہیوں کی ضرورت ہے ؛

راجہ۔ میرا جرنیل کہاں ہے ؟

وزیر۔ لیکن وہ بھی تو بدلیشی ہے ؛

راجہ۔ تو ان بھوکے لوگوں کو اندر بلاؤ، میرے خزانے کے منہ کھول دو۔ بھوکوں کی آہیں ختم ہونی چاہئیں، انہیں روپیہ دو، اگر وہ میری سلطنت چاہتے ہیں، تو وہ بھی انہیں دیدو۔ لیکن ان سے کہو کہ وہ شور نہ مچائیں، جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اطمینان سے کریں ؛

(وہ باہر جاتا ہے)

(رانی اور دیوت داخل ہوتے ہیں)

وزیر۔ مہارانی! میں آپ کے پاؤں چھوتا ہوں ؎

رانی۔ یہ کیا ہے؟ ہمارے ملک میں کس قدر اندھیر مچا ہوا ہے ؎

وزیر۔ رانی! آپ کا حکم کیا ہے ؎

رانی۔ تمام بدیشی حاکموں کو اکٹھا کرو ؎

وزیر۔ وہ میں کر چکا ہوں، میں نے ان سب کو دعوت نامے بھیج دیئے ہیں ؎

رانی۔ تم نے قاصد کب بھیجے؟

وزیر۔ ایک مہینہ کے قریب ہو چلا ہے۔ میں ان کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے۔ کہ وہ جواب نہیں دیں گے ؎

رانی۔ راجہ کے خط کا جواب نہیں دیں گے ؎

دیودت۔ راجہ تو ان کے لئے ایک افواہ کی مانند ہے۔ وہ مانیں یا نہ مانیں ؎

رانی۔ وزیر! تم اپنے سپاہی اکٹھے کرو، میں خود ان سے جواب طلب کروں گی ؎

(وزیر باہر جاتا ہے)

دیودت۔ رانی! وہ نہیں آئیں گے ؎

رانی۔ تو پھر راجہ ان سے لڑے گا ؎

دیودت۔ راجہ نہیں لڑے گا ؎

رانی۔ پھر میں لڑوں گی ؎

دیودت۔ تم!

رانی۔ میں اپنے بھائی کشمیر کے راجہ کمار سین کے پاس جاؤں گی اور اُسکی مدد سے باغیوں کا سر کچلوں گی۔ گورو! تم مجھے یہاں سے بھاگنے میں

مدد دینا - یہ تمہارا فرض ہے ؛

ولودت - رعایا کی ماں! میں تمہارے پاؤں چھوتا ہوں ؛

(وہ جاتا ہے - راجہ داخل ہوتا ہے)

راجہ - رانی تم کیوں جا رہی ہو؛ میری ساری آرزوئیں تو اب بے نقاب ہو چکی ہیں - کیا اسی لئے تمہیں مجھ سے نفرت پیدا ہوئی ؛

رانی - مجھے شرم محسوس ہوتی ہے - میں اکیلی تمہارے دل کی حصہ دار نہیں بننا چاہتی - تمہارے دل پر رعایا کا بھی حق ہے ؛

راجہ - تو کیا رانی یہ بات سچ ہے - کہ تم ایک بہت بلندی پر کھڑی ہو اور میں نیچے خاک پر بھٹک رہا ہوں - میں اپنے بل کو پہچانتا ہوں مجھ میں ایک ایسی شکتی ہے - جس کو میں نے تمہاری محبت میں تبدیل کر دیا ہے ؛

رانی - راجہ مجھ سے نفرت کرو - نفرت کرو - مجھے بھول جاؤ - میں اس دکھ کو بھول جاؤں گی - لیکن ایک عورت کے حسن کے سامنے اپنی طاقت ضائع نہ کرو ؛

راجہ - اتنی محبت اور یہ تغافل! تمہاری بے رُخی نے میرے دل پر ایک چوٹ لگائی ہے - میرے سینے میں ایک زخم پیدا ہو گیا ہے - اور وہ زخم ننگا ہے - لیکن تم مجھے خاک میں پھینکنا چاہتی ہو ؛

رانی - میں تمہارے پاؤں پر گرتی ہوں - تم نے ہمیشہ اپنی رانی کو معاف کیا اور تمہاری رانی نے ہمیشہ خطائیں کیں، جب میرا کوئی دوش نہیں تو تم پھر مجھ پر ناراض کیوں ہو؟

راجہ۔ اُٹھو میری پیاری! میرے نزدیک آؤ! اپنی سفید باہیں میرے گلے میں ڈال دو۔ تاکہ میری زندگی کے تمام راستے باہر والوں کے لئے بند ہو جائیں، اور یہ دُنیا صرف تمہاری دنیا بن کر رہ جائے ؛

(باہر سے ایک آواز رانی!!

رانی۔ یہ تو دیودت ہے! ہاں گورو! کیا پیغام ہے (دیودت اندر آتا ہے)

دیودت۔ تمام بدیشی حاکموں نے راجہ کے حکم کو ٹھکرا دیا ہے اور وہ بغاوت کے لئے تیار ہو رہے ہیں ؛

رانی۔ سُن لیا راجہ تم نے!

راجہ۔ برہمن! راجہ کا باغ دیوانِ عام نہیں ہے ؛

دیودت۔ مہاراج! ہم راجہ کو دیوانِ عام میں تو مل نہیں سکتے کیونکہ وہ باغ نہیں ہے!

رانی۔ بدبخت کُتے! جو راجہ کے ٹکڑوں پر پل کر موٹے ہوئے ہیں وہ اپنے آقا کے سامنے بھونکنے کی جرأت کر رہے ہیں۔

مہاراج! اب دیوانِ عام میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیا اب بھی تمہیں راستہ صاف نظر نہیں آتا۔ اپنے سپاہی لیکر جائیے اور ان بدبختوں کا سر کچل دیجئے ؛

راجہ۔ لیکن ہمارا جرنیل بھی تو ید لینی ہے ؛

رانی۔ تو خود چلے جائیے ؛

راجہ۔ رانی! میں ایک بات نہیں سمجھتا۔ کیا میں تمہارے لئے بدبختی ہوں۔

یا ایک برا خواب یا تمہارے دل میں ایک چبھتا ہوا کانٹا - میں ہرگز ایک قدم بھی یہاں سے نہیں ہلوں گا - میں ان سے صلح کر دوں گا - ان کا اس میں کوئی قصور نہیں - ایک برہمن اور ایک عورت نے مل کر سازش کی - کہ سانپ کو اس کے بل سے جگایا جائے - وہ لوگ جو اتنے کمزور ہوتے ہیں، کہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے - وہ ہمیشہ دوسروں کے لئے مصیبت پیدا کیا کرتے ہیں ؛

رانی - آہ ! یہ ملک کتنا بدنصیب ہے - اور وہ عورت کتنی بدنصیب ہے - جو اس ملک کی رانی ہے !

راجہ - کہاں جا رہی ہو ؟

رانی - میں تمہیں چھوڑ رہی ہوں !

راجہ - مجھے چھوڑ رہی ہو ؟

رانی - ہاں ! باغیوں سے میں خود لڑوں گی ؛

راجہ - عورت ! مجھ سے مذاق کر رہی ہو -

رانی - میں رخصت ہونے آئی ہوں !

راجہ - تم مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتیں !

رانی - میں جانتی ہوں - کہ میں تمہیں کمزور بنا رہی ہوں - اس لئے میں تمہارے نزدیک نہیں ٹھیرنا چاہتی ؛

راجہ - اے مغرور عورت ! جاؤ - میں تم سے واپس آنے کی کبھی درخواست نہیں کروں گا - لیکن یاد رکھنا مجھ سے امداد کی توقع کبھی نہ کرنا ؛

(رانی جاتی ہے)

دیودت۔ مہاراجہ! تم نے رانی کو یکیلے ہی جانے دیا ۔

راجہ۔ وہ نہیں جائے گی ۔ مجھے یقین نہیں آسکتا ۔

دیودت۔ مہاراج! میرا خیال ہے ۔ کہ وہ جا رہی ہیں ۔

راجہ۔ یہ تو نرا پاچہ تر ہے ۔ وہ مجھے محض دھمکی دے رہی ہے ۔ وہ مجھ میں زندگی بیدار کرنا چاہتی ہے ۔ اور میں اس کے ان طریقوں کو پسند نہیں کرتا ۔ میں اسے جتا دینا چاہتا ہوں ۔ کہ ہر بار وہ مجھے کھلونا نہیں بنا سکتی ۔ اسے افسوس کرنا پڑے گا ۔ میرے دوست! کیا میں یہ کڑوا سبق حاصل کر ہی لوں ۔ کہ محبت راجہ کے لئے نہیں ہوتی اور اس عورت سے سبق حاصل کروں ۔ جسے میں اپنے دل کی رانی سمجھتا ہوں ، دیودت! ہم بچپن سے اکٹھے کھیلے ہیں ۔ کیا تم ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں بھول سکتے ہو ۔ کہ میں راجہ ہوں ۔ اور میرے سینے میں بھی عام انسانوں کی طرح ایک دل ہے ۔ اور اس دل میں درد بھی ہے ۔

دیودت۔ میرے دوست! میرا دل تمہارے لئے ہے ۔ جو تمہاری محبت بھی قبول کرتا ہے ۔ اور تمہارا غصہ بھی ۔

راجہ۔ تو پھر تم میرے گھر میں سانپ کو کیوں دعوت دے رہے ہو ۔

دیودت۔ مہاراج! آپ کے مکان میں آگ لگی ہوئی تھی ۔ میں تو صرف آپ کو جگانے کے لئے ایک خبر لایا تھا ، اس میں میرا کیا قصور ۔

راجہ۔ جگانے کا کیا فائدہ جب کہ ساری دُنیا ایک خواب میں ہے۔ مجھے اپنے لئے ایک چھوٹا سا خواب پسند کرنے دیجئے۔ اور اسی خواب میں مجھے مر جانے دیجئے۔ آج سے پچاس برس بعد کون یاد کرے گا کہ ہم پر کیا گزری۔ جاؤ دیودت اب مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ اور راجاؤں کے دُکھ پر غور کرنے دو۔

(ایک غیر ملکی درباری داخل ہوتا ہے)

درباری۔ مہاراج ! ہمارے لئے انصاف کرو۔ ہم نے کیا بگاڑا تھا ہم تو رانی کے ساتھ اس ملک میں آئے تھے۔

راجہ۔ کیسا انصاف ؟

درباری۔ ہم پر جھوٹے الزام لگائے جا رہے ہیں۔ اور ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم بدیشی ہیں۔

راجہ۔ کون جانتا ہے کہ وہ الزام جھوٹے ہیں یا سچّے ؟ لیکن جب تک مجھے تم پر بھروسہ ہے۔ کیا تم خاموش نہیں رہ سکتے ؟ کیا راجہ نے کبھی تم پر شک کیا ؟ شک تو بزدل انسانوں کے دل میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ اور غدّاری سے تو میں بالکل ڈرتا ہی نہیں۔ غدّاروں کو میں پاؤں تلے کچل دیا کرتا ہوں۔ لیکن اپنے دماغ میں میں گھٹیا پن کی اجازت نہیں دیتا۔ تم اس وقت جا سکتے ہو !

(درباری جاتا ہے۔ وزیر اور دیودت داخل ہوتے ہیں)

وزیر۔ مہاراج ! رانی نے محل چھوڑ دیا ہے۔ وہ گھوڑے پر سوار جا رہی ہیں۔

راجہ - کیا کہا؟ محل چھوڑ کے چلی گئی؟

وزیر - ہاں مہاراج!

راجہ - تم نے کیوں نہ ٹھہرایا؟

وزیر - وہ خفیہ طور پر نکلی تھیں۔

راجہ - تمہیں کیسے پتہ چلا؟

وزیر - مجھے پجاری سے پتا چلا۔ جب وہ محل کے مندر کے سامنے سے گذریں

راجہ - بلاؤ پجاری کو!

وزیر - مہاراج! رانی جی ابھی بہت دور نہیں گئی ہونگی۔ وہ ابھی ابھی محل سے نکلی ہیں۔ آپ اب بھی انہیں واپس لا سکتے ہیں۔

راجہ - رانی کو واپس لانا ضروری نہیں ہے۔ بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ چھوڑ کر چلی گئی! مجھے چھوڑ کر چلی گئی! راجہ کے سپاہی قلعے، قید خانے لوہے کی زنجیریں۔ اس عورت کے دل کو باندھ کر نہیں رکھ سکتیں!

وزیر - مہاراج! کلنک کا ٹیکہ ماتھے پر لگ جائے گا۔ چاروں طرف سے بہتان لگائے جائیں گے۔

راجہ - بہتان! لوگوں کی زبانیں اپنے زہر سے ہی گل جائیں گی۔

دیودت - جب سورج کو گرہن لگتا ہے تو آدمی دوپہر کے وقت ٹوٹے ہوئے شیشے پر کالک لگا کر سورج کو دیکھتے ہیں۔ اسے مہارانی! تمہارے نام پر بھی نقطہ آئے گا۔ اور بہت سے منہ تمہارے خلاف باتیں کہیں گے لیکن تم سورج کی طرح چمکتی رہو گی۔

راجہ: پجاری کو میرے پاس لاؤ! (وزیر باہر چلا جاتا ہے) میں اب بھی اس کے پیچھے جا کر اسے واپس لا سکتا ہوں لیکن کیا ہمیشہ کے لئے میرا یہی کام رہے گا کہ وہ مجھ سے بھاگتی رہے اور میں اس سے بھاگتے ہوئے دل کے پیچھے بھاگتا رہوں۔ اے عورت! جاؤ دن رات بھاگتی رہو بغیر گھر کے بغیر محبت کے، بغیر سکون کے تم جہاں جانا چاہتی ہو جاؤ (پجاری داخل ہوتا ہے) جاؤ جاؤ! میں بہت سن چکا۔ میں اب زیادہ نہیں سننا چاہتا (پجاری باہر جانا چاہتا ہے) اور ہاں مجھے یہ بتاؤ کہ جب وہ مندر کے سامنے سے گزری تو وہ پرارتھنا کرنے کے لئے کچھ دیر رکی تھی، کیا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے؟

پجاری: مہاراج! صرف ایک پل کے لئے مہارانی نے اپنا گھوڑا روکا اور مندر کی طرف دیکھا دیکھنے کے بعد اپنا سر جھکا لیا۔ اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ اپنا گھوڑا دوڑاتی ہوئی آگے نکل گئی مندر میں روشنی تھوڑی تھی اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے یا نہیں!

راجہ: اس کی آنکھوں میں آنسو، تم اس کا وہم بھی نہیں کر سکتے پجاری! تم جاؤ (پجاری باہر جاتا ہے) اے ایشور! تو جانتا ہے۔ کہ میری صرف ایک ہی خطا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں اس عورت سے محبت کرتا تھا میں اس کی محبت کی خاطر اپنا راج اپنی ساری دنیا نچھاور کرنے کو تیار تھا لیکن اس عورت نے مجھے دھوکہ دیا۔

(وزیر داخل ہوتا ہے)

وزیر۔ مہاراج! میں نے گھوڑ سوار تاصدرانی کے پیچھے دوڑا دیئے ہیں :

راجہ۔ انہیں واپس بلاؤ۔ ایک خواب تھا جو ختم ہوا۔ تمہارے قاصد خواب کو کیسے پکڑ سکیں گے۔ تم میری فوج تیار کر دیں خود جنگ کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اب میں خود باغیوں کا سر کچلوں گا :

وزیر۔ مہاراج کا حکم سر آنکھوں پر (باہر نکل جاتا ہے)

راجہ۔ دیودت! تم اداس ہو گئے۔ ایک چور میرے گھر میں گھسا تھا چور وٹے کا مال چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اب تو مجھے آزادی ہے۔ میں بہت خوش ہوں لیکن دوست! مجھے میرے الفاظ بھی فریب دے رہے ہیں ایک تیر سا میرے دل میں اُترا جا رہا ہے :

دیودت۔ مہاراج! اب تمہارے پاس درد اور محبت کے لئے کوئی موقع نہیں رہا۔ اب تم راجہ ہو۔ اور تمہیں راجہ بن کر لوگوں کو دکھانا ہو گا :

راجہ۔ دوست! ابھی میرا دل پوری طرح آزاد نہیں ہوا۔ اب بھی مجھے یقین ہے۔ کہ وہ واپس آ جائیگی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ دُنیا اس سے محبت نہیں کرتی۔ اور عورت کی دُنیا صرف ایک مرد کا دل ہوتا ہے۔ تو وہ ضرور واپس آ جائیگی۔ وہ ایک چھوٹے سے راستے پر چلی گئی ہے وہ چھوٹا راستہ پہلے راستے سے آ کر ضرور ملے گا۔ اور جب اس کا غرور جاتا رہا۔ تو اس وقت وہ میرے سامنے کھڑی ہو گی۔ (ایک ملازم داخل ہوتا ہے)

ملازم۔ مہارانی کی ایک چٹھی! (چٹھی دیتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے)

راجہ۔ جبر! چھپا داتوا سے شروع سے ہی ہو گیا تھا (خط پڑھتا ہے) صرف دو لفظ۔ میں اپنے بھائی کے پاس کشمیر جا رہی ہوں۔ اور اس کی مدد سے بغاوت کو دور کر دوں گی" آہ! میری یہ توہین! کشمیر سے امداد؟

دیودت۔ مہاراج! اسے ایسا نہ کرنے دیجئے۔ آپ کا ہی انتقام ہوگا۔

راجہ۔ میرا انتقام؟ یہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

دُوسرا ایکٹ

(کشمیر میں ایک خیمہ۔ راجہ اور اس کا جرنیل باتیں کر رہے ہیں)

جرنیل۔ مہاراج! اگر اجازت ہو، تو میں آپ کے فائدے کی ایک بات کہوں۔ ہمارے ملک میں بغاوت تو ختم ہو چکی۔ تمام باغی آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔ آپ کشمیر میں بیٹھے ہوئے اپنی طاقت کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ اس وقت راجدھانی میں آپ کا ہونا بہت ضروری ہے۔

راجہ۔ ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی۔

جرنیل۔ لیکن رانی کے بھائی کمارسین کو تو سزا مل چکی۔ اس کی فوجیں پامال ہو چکیں۔ وہ اپنی جان لئے بھاگا پھرتا ہے۔ اس کا چچا چندرسین تخت پر بیٹھنے کے لئے بڑا بیتاب ہے۔ اسے تخت پر بٹھائیے اور اس بدبخت

مُلک کو چھوڑ دیئے ::

راجہ۔ میں یہاں سزا کے لئے نہیں ٹھہرا ہُوا۔ بلکہ ایک جنگ کے لئے جیسے کہ مصور کے لئے تصویر اسی طرح میرے لئے جنگ ! مجھے اس تصویر میں ہر روز رنگ بھرنا ہے۔ جوں جوں اس تصویر کے نقوش نمایاں ہوتے چلے جاتے ہیں۔ میری جنگ خاتمے کے نزدیک آتی جاتی ہے۔ اور جب یہ تصویر ختم ہوگی، تو پھر مجھے افسوس کیسا ؟ تب اس زمین کو چھوڑنا ہوگا ::

جرنیل۔ مہاراج ! لیکن یہ کب تک ؟ آپ نے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔ وزیر سندیسے بھیج رہا ہے۔ وہ بارہا کہہ چکا ہے۔ کہ یہ جنگ ہمارے مُلک کو تباہ کر رہی ہے ::

راجہ۔ میں صرف اس چیز کو دیکھتا ہوں۔ جو میرے ہاتھ میں ہے۔ تلوار دل کی محبت۔ یہ جنگ، اور تمہاری یہ شاندار وردی۔ جاؤ جرنیل تم اپنا فرض ادا کرو۔ تمہارا مشورہ تلوار کی نوک پر ہونا چاہیئے ::

(جرنیل باہر چلا جاتا ہے)

یہی نجات کا راستہ ہے۔ قیدی آزاد ہو گیا، اس کے بندھن ٹوٹ گئے انتقام میں محبت سے زیادہ طاقت ہے، انتقام آزادی ہے، ایک ایسی آزادی جو کہ محبت کی مٹھاس سے بہت دُور ہوتی ہے ::

(جرنیل داخل ہوتا ہے)

جرنیل۔ مہاراج ! ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ غالباً صلح کیلئے قاصد آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ سپاہیوں کا دستہ نہیں ::

راجہ۔ صلح جنگ کے بعد آتی ہے، اس کے لئے ابھی وقت نہیں آیا ؛

جرنیل۔ ہمیں قاصد کی بات تو سننی چاہیئے، اور پھر۔ ۔ ۔ ۔ !

راجہ۔ اور پھر لڑائی جاری رکھنی چاہیئے ؛

(ایک سپاہی داخل ہوتا ہے)

سپاہی۔ مہاراج ! رانی آپ سے ملنا چاہتی ہیں ؛

راجہ۔ کیا کہا ؟

سپاہی۔ رانی ملنا چاہتی ہیں ؛

راجہ۔ کونسی رانی ؟

سپاہی۔ ہماری رانی سونترا ؛

راجہ۔ جرنیل ! تم جا کر دیکھو کون ہے ؟

(جرنیل اور سپاہی باہر جاتے ہیں)

راجہ۔ جب سے میں نے کشمیر میں لڑائی شروع کی ہے رانی تیسری مرتبہ میرے پاس آئی ہے لیکن یہ خواب نہیں ہے۔ یہ تو لڑائیاں میں اچانک بیدار ہوتا۔ اور پھر اپنے آپ کو راج محل کے باغ میں پانا۔ وہ پھول۔ وہ رانی۔ ان چیزوں کی یہاں کیا قدر ہے ؟ یہاں تو مجھ پر کسی کا اختیار نہیں، وہ مجھے قیدی بنانے آئی ہے، لیکن یہ اس کی بھول ہے، وہ مجھے میدانِ جنگ سے جیت کے نہیں لے جا سکتی، وہ بجلی کی کڑک کو اپنے بس میں نہیں کر سکتی ؛

(جرنیل داخل ہوتا ہے)

جرنیل۔ مہاراج! ہماری رانی آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ کہ میں آزادی سے آپ کے سامنے انہیں نہ لا سکا۔

راجہ۔ عورت کے ملنے کے لئے یہ جگہ نہیں ہے!

جرنیل۔ لیکن مہاراج!

راجہ۔ نہیں نہیں! میرے سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ میرے خیمے کے دروازے پر پہرہ لگائیں، دشمن میرے خیمے میں آ سکتا ہے لیکن عورت نہیں۔ (جرنیل باہر جاتا ہے)

(شنکر داخل ہوتا ہے)

شنکر۔ مہاراج! میں شنکر ہوں۔ راجہ کمارسین کا نوکر۔ آپ نے مجھے قیدی بنا لیا ہے۔

راجہ۔ ہاں میں جانتا ہوں۔

شنکر۔ آپ کی رانی آپ کے انتظار میں باہر کھڑی ہے۔

راجہ۔ اسے میرے خیمے سے بہت دور جا کر انتظار کرنا چاہیئے۔

شنکر۔ مہاراج میں آپ سے کہنے آیا تھا۔ یہ کہ رانی آپ سے معافی مانگنے آئی ہے۔ اور وہ چاہتی ہے۔ کہ آپ اپنے ہاتھ سے سزا دیں۔ وہ یہ بھی مانتی ہے۔ کہ سارا قصور اسی کا ہے۔ اور وہ آپ سے التجا کرتی ہے۔ کہ آپ ایشور کے لئے اس کے بھائی کے ملک کو چھوڑ دیں، اور اس کے بھائی کی خطا معاف کریں۔

راجہ۔ بوڑھے آدمی انہیں یہ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ جنگ ہے، اور یہ جنگ اس کے بھائی سے لڑی جا رہی ہے۔ اس عورت سے نہیں، میرے پاس وقت کہاں کہ میں اس عورت کی نیکی اور بدی پر بحث کروں۔ لیکن تم تو مرد ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ تو اسے آخر دم تک نبھانا پڑتا ہے؟

شنکر۔ مہاراج! آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ آپ ایک عورت کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ اور وہ آپ کی رانی ہے۔ اور مہاراجہ بھی اسی عورت کی حمایت میں لڑ رہا ہے۔ اور وہ محض اس لئے کہ وہ اس عورت کا بھائی ہے! مہاراج! کیا یہ بات مہاجاؤں کے لئے زیبا ہے۔ کہ گھر کے جھگڑے کو اتنا طول دیا جائے۔ کہ بہت سے ملک لپیٹ میں آ جائیں۔

راجہ۔ بوڑھے! تم حد سے بہت بڑھ رہے ہو، جاؤ رانی سے کہہ دو کہ جب تک اس کا بھائی کمار سین ہار نہیں مانتا۔ اس کی معافی کا کوئی ذکر نہیں چھیڑا جا سکتا۔

شنکر۔ مہاراج! یہ تو اتنا ہی ناممکن ہے۔ جتنا کہ سورج کے لئے زمین پر اتر آنا۔ میرا راجہ جب تک زندہ ہے۔ ہتھیار نہیں ڈال سکتا۔

راجہ۔ تو پھر جنگ جاری رہے گی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ایک موقع

پہ بہادری بہادری نہیں رہتی، بلکہ حماقت ہو جاتی ہے۔ تمہارا راجہ اب بچ کے نہیں نکل سکتا۔ میں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔

شنکر۔ ہاں وہ جانتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ ایک بہت بڑی دراڑ باقی ہے۔

راجہ۔ اس سے مطلب؟

شنکر۔ میرا مطلب ——— موت! موت کا دروازہ فتح کا دروازہ ہوتا ہے۔ جس سے انسان بچ کر نکل جایا کرتا ہے۔

(وہ باہر جاتا ہے۔ ایک ملازم داخل ہوتا ہے)

ملازم۔ مہاراج! راجہ کا چچا چندرسین اور اس کی بیٹی ریوتی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

راجہ۔ انہیں اندر بلاؤ۔

(ملازم باہر جاتا ہے۔ چندرسین اور ریوتی داخل ہوتے ہیں)

راجہ۔ میں پرنام کرتا ہوں مہاراج!

چندرسین۔ آپ کی عمر لمبی ہو۔

ریوتی۔ ایشور کرے تمہاری فتح ہو۔

چندرسین۔ اس کے لئے کیا سزا آپ نے مقرر کی؟

راجہ۔ اگر وہ ہتھیار ڈال دے۔ تو میں اسے معاف کر دوں گا۔

ریوتی۔ بس یہی۔ اور کچھ نہیں؟ اور آخر میں معاف ہی کرنا ہے، تو پھر

یہ لڑائی کی تیاریاں کیا ہیں ۔ راجے شرارتی بچوں کی طرح نہیں ہوتے اور نہ یہ جنگ بچوں کا کھیل ہوتا ہے ؛

راجہ ۔ میرا مقصد جھگڑا کرنا نہیں تھا۔ بلکہ اپنی بات رکھنا تھی، دو شخص پر تاج ہو اپنی توہین نہیں برداشت کر سکتا ؛

چندر سین ۔ میرے بیٹے اسے معاف کر دو۔ کیونکہ وہ ابھی بچہ ہی ہے تم اس سے تخت و تاج لے سکتے ہو۔ اسے جلاوطن کر سکتے ہو۔ لیکن اس کی جان بخشی کر دینا ؛

راجہ ۔ میں اس کی جان لینے کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہوا ؛

ریوتی ۔ تو پھر یہ فوجیں کس لئے پڑاؤ ڈالے پڑی ہیں۔ تم سپاہیوں کا خون بہا رہے ہو۔ جو نردوش ہیں ۔ اور اس کو چھوڑ رہے ہو۔ جو اصل مجرم ہے ؛

راجہ ۔ میں تمہاری بات نہیں سمجھا ؛

چندر سین ۔ کچھ نہیں وہ کمار سین سے ذرا ناراض ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس نے ہمارے ملک کو ذرا دکھ میں ڈالا۔ اور آپ کو بھی ستایا۔ جو کہ ہمارے رشتہ دار تھے ؛

راجہ ۔ جب وہ گرفتار ہوا۔ تو اس کے ساتھ پورا انصاف کیا جائیگا ؛

ریوتی ۔ میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں، کہ آپ کو بتاؤں کہ راستے ہم نے نہیں چھپایا۔ لوگوں نے اسے چھپا رکھا ہے ۔ ان لوگوں کے کھیت اور گاؤں جلا ڈالو۔ انہیں بھوکا مارو۔ پھر وہ تمہارے پاس

سے آ پائیں گے ۔

چندر سین ۔ ذرا صبر کرو، مہاراج! آپ محل میں تشریف لائیے، آپ کے استقبال کے لئے سارا کشمیر بیتاب ہے ۔

راجہ ۔ آپ تشریف لے جائیے ۔ میں آجاؤں گا ۔

(وہ باہر نکل جاتے ہیں)

اوہو ۔ نرگ کی آگ ۔ اس عورت کا دل لالچ اور نفرت کا ایک تنور تھا۔ کیا اس کے چہرے میں اپنی شکل ہی تو نظر نہیں آئی ۔ کیا میری اپنی ہی آگ تو اس کی آنکھوں میں نہیں جل رہی تھی ۔ کیا میرے ہونٹ قاتل کے خنجر کی طرح بل تو نہیں کھا رہے ۔ نہیں! میری آرزو تو جنگ ہے، میں نہ ظلم کرنا چاہتا ہوں ۔ نہ مجھے کسی سے نفرت ہے ۔ جنگ کی آگ محبت کی آگ کی طرح ہوتی ہے ۔ اسے دبایا نہیں جا سکتا اسے جو بھی چھوئے گا بھسم ہو جائیگا ۔

(ملازم داخل ہوتا ہے)

ملازم ۔ مہاراج! برہمن دیودت آپ سے ملنا چاہتے ہیں ۔

راجہ ۔ دیودت آگیا! اسے اندر لاؤ ۔ نہیں نہیں! ٹھہرو ۔ مجھے سوچنے دو ۔ میں اسے جانتا ہوں ۔ وہ مجھے لڑائی کے میدان سے واپس لے جانے کے لئے آیا ہے ۔ برہمن! تم نے دریا کے کنارے کے نیچے سرنگ لگائی، اور اس وقت جبکہ پانی چھلک چکا ہے، تم یہ چاہتے ہو کہ یہ پانی تمہارے کھیتوں کو سیراب کرے، کیا یہ سیلاب تمہارے مکانوں اور

تمہارے ملک کو برباد نہیں کرے گا۔ خوف اور دہشت کی مسرت اندھی ہوتی ہے۔ اس کی عمر تو کم ہوتی ہے۔ لیکن وہ بہت جلد پاگل ہاتھی کی طرح تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ جب میری طاقت ختم ہو گی تو پھر مجھے کسی کی صلاح کی ضرورت ہو گی ؛

میں برہمن سے نہیں ملوں گا ؛

(ملازم باہر نکل جاتا ہے۔ نرچپر پہاڑیوں کا ایک سردار امارو داخل ہوتا ہے)

امارو۔ مہاراج میں آپ کے حکم کے مطابق یہاں پہنچ گیا ہوں، میں آپ کو اپنا راجہ تسلیم کرتا ہوں ؛

راجہ۔ تم یہاں کے سردار ہو ؛

امارو۔ ہاں مہاراج! میں نرچپر کا سردار ہوں۔ آپ ہمارے راجہ ہیں۔ میں آپ کا ملازم! میری ایک بیٹی بھی ہے۔ اس کا نام ایلا ہے وہ نوجوان اور خوب صورت ہے۔ وہ آپ کے محل کے قابل ہے۔ وہ باہر انتظار کر رہی ہے مجھے اجازت دیجئے، کہ میں آپ کے پاس بھیج دوں ؛

(وہ باہر نکل جاتا ہے۔ ایلا ملازم کے ساتھ داخل ہوتی ہے)

راجہ۔ وہ سورج کی کرن کی طرح داخل ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے تو یہاں اندھیرا محسوس ہوتا تھا۔ وہ نوجوان بھی ہے۔ اور خوب صورت بھی!

ادھر آؤ، اے خوب صورت لڑکی، تم نے لڑائی کے میدان کو کسی اور میدان میں تبدیل کر دیا ہے۔ جنگ کے دیوتا کے دل میں چھید کرنے کے لئے آخر کشمیر نے ایک بہترین تیر چلا ہی دیا ہے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں جنگل میں پھر رہا تھا اور تمہیں ڈھونڈ رہا تھا لیکن تم زمین پر نظریں گاڑ کر خاموش کیوں کھڑی ہو۔ تمہاری ٹانگیں بھی کانپ رہی ہیں:

ایلا۔ (گھٹنے ٹیک کر) راجہ! میں نے سنا ہے۔ کہ آپ بہت بڑے راجہ ہیں۔ مجھے پدر ہنما کر لینے دیجئے:

راجہ۔ اے کنواری پھولکری! اٹھو! یہ زمین اس قابل نہیں ہے۔ کہ تمہارے پاؤں چوم سکے۔ تم نے زمین پر کیوں گھٹنے ٹیک دیئے۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔ جو میں تمہیں دے سکوں:

ایلا۔ میرے باپ نے مجھے آپ کو دے دیا۔ میں اپنے آپ کو آپ کے ہاتھوں سے واپس لینا چاہتی ہوں۔ آپ بہت بڑے راجہ ہیں۔ بہت سے ملک آپ کے قبضے میں ہیں۔ آپ مجھے اس مٹی میں چھوڑ کے جا سکتے ہیں۔ آپ کو میری کیا ضرورت ہو سکتی ہے:

راجہ۔ تو کیا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں اپنا دل تمہیں کیسے دکھاؤں کہاں ہے اس کی دولت؟ کہاں ہے اس کا راج؟ وہ تو بالکل ویران ہے۔ کاش! میرے پاس راج نہ ہوتا۔ اور صرف تم ——

ایلا۔ تو پہلے میری جان لیجئے۔ جیسا کہ آپ جنگل کی ہرنی کا شکار کرتے ہیں

اور اس کے دل کو تیروں سے چھید دیتے ہیں ۔

راجہ۔ لیکن یہ کیوں تمہیں مجھ سے نفرت کیوں ہے ؟ کیا میں بالکل تمہارے لائق نہیں ہوں۔ میں نے اپنے بازو کے بل پر بہت سے راجاؤں کو نیچا دکھایا ہے۔ کیا تم اپنا دل مجھے نہیں دے سکتیں ؟

ابلا۔ لیکن میرا دل میرا نہیں رہا۔ کئی مہینے گذرے ہیں۔ یہ دل ایک شخص کو دے چکی۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اور مجھ سے وعدہ کر گیا۔ کہ پھر اسی جنگل کے درختوں کے سائے تلے وہ لوٹ آئے گا۔ دن گذرتے گئے۔ اور میں اس جنگل میں اس کا انتظار کرتی رہی۔ میں اب بھی وہاں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اگر وہ آگیا۔ اور اس نے مجھے وہاں نہ پایا۔ تو پھر کیا ہوگا۔ اگر وہ ہمیشہ کے لئے چلا گیا۔ تو جنگل کے سائے غیر مکمل رہ جائیں گے۔ راجہ اب مجھے رہا کیجئے اس کے ہاتھوں سے نہ چھینو مجھے چھوڑ گیا ہے۔ اور پھر پلٹ کے نہ واپس آنے والا ہے ۔

راجہ۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان! اے لڑکی۔ میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ دیوتا ہماری محبت پر حسد کیا کرتے ہیں۔ میں تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔ ایک وقت تھا۔ کہ میں ساری دنیا سے نفرت کرتا تھا۔ لیکن صرف محبت سے محبت کرتا تھا۔ میں اپنے خواب سے بیدار ہوا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ دنیا تو وہاں موجود ہے۔ لیکن میری محبت ایک بلبلے کی طرح ہوا میں پھٹ گئی۔ وہ کون ہے ؟ جس کے

لئے تم انتظار کر رہی ہو؟

ایلا۔ وہ کشمیر کا راجہ ہے۔ اس کا نام کمارسین ہے۔

راجہ۔ کمارسین؟

ایلا۔ آپ اسے جانتے ہیں۔ اس کو تو ہر ایک جانتا ہے۔ سارا کشمیر اس کا دل ہے۔

راجہ۔ کمارسین؟ کشمیر کا راجہ؟

ایلا۔ ہاں! وہ آپ کا دوست ہوگا

راجہ۔ لڑکی! کیا تم نہیں جانتیں کہ اس کا سورج ڈوب چکا ہے۔ اس کی اُمید پر زندہ نہ رہو۔ وہ ایک زخمی جانور کی طرح اپنی جان بچانے کے لئے دوڑا پھرتا ہے۔ ان پہاڑیوں میں ایک بدترین بھکاری بھی اس سے زیادہ خوش ہوگا۔

ایلا۔ مہاراج! میں کچھ نہیں سمجھتی۔

راجہ۔ تم عورتیں تو صرف اپنی محبت کی وادی میں گم رہتی ہو۔ تم نہیں جانتیں کہ دُنیا میں کون سا طوفان برپا ہے۔ تم تو صرف یہ جانتی ہو کہ آنکھوں میں آنسو بھر کے ایک اُمید پر زندہ رہا جائے۔ اے حسین لڑکی! اس دُنیا میں مایوس ہونا بھی سیکھو۔

ایلا۔ مجھے سچی بات بتائیے، مجھے دھوکا نہ دیجئے۔ میں ایک چھوٹی سی چیز ہوں لیکن میں اسی کی ہوں۔ میرا پریم کون سے جنگلوں میں پھر رہا ہے۔ میں اسے جنگلوں میں ڈھونڈ نکالوں گی۔ ایلیں اپنے گھر سے

باہر نہیں نکلی۔ لیکن میں اسے ضرور ڈھونڈھ لاؤں گی۔ مجھے راستہ بتائیے۔

راجہ۔ اس کے دشمن کے سپاہی اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ اس کی موت سر پر منڈلا رہی ہے۔

ایلا۔ لیکن آپ اس کے دوست نہیں؟ کیا آپ اسے نہیں بچائیں گے ایک راجہ دکھ میں ہو۔ اور دوسرا راجہ خاموش بیٹھا رہے۔ کیا راجہ ہوتے ہوئے امداد کرنا آپ کا فرض نہیں۔ میں یہ جانتی ہوں۔ کہ ساری دنیا اس سے محبت کرتی ہے۔ لیکن اس بدبختی میں وہ دنیا کہاں گئی۔ مہاراج! آپ بہت بڑے ہیں۔ لیکن آپ کی طاقت کا کیا فائدہ اگر آپ دوسرے بڑے آدمی کو نہیں بچا سکتے؟ کیا آپ الگ رہیں گے پھر مجھے راستہ بتائیے۔ میں اپنا جیون قربان کر دوں گی۔ ایک کمزور عورت کا جیون!

راجہ۔ محبت کئے جاؤ لڑکی محبت کئے جاؤ۔ وہ تمہارے قیمتی دل کا راجہ ہے۔ میں اپنی محبت گم کر بیٹھا ہوں۔ لیکن اپنے آپ کو خوش کرنے کے لئے میں تمہیں خوش کروں گا۔ میں تمہاری محبت کو لالچی نگاہوں سے نہیں دیکھنا۔ اور اگر سوکھی ٹہنی پر کوئی پھول لٹکا دیا جائے۔ تو وہ شاخ ہری نہیں ہو سکتی۔ مجھ پر بھروسہ رکھو۔ میں تمہارا دوست ہوں میں اسے تمہارے پاس لاؤں گا۔ مہاراج! میرا جیون آپ کے لئے ہے، آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔

راجہ۔ جاؤ لڑکی! ابیاہ کا جوڑا پہنو۔ میں اپنے گیت کی تان بدلنے والا ہوں۔

(ایلا باہر چلی جاتی ہے)

یہ جنگ بھی کس قدر لعنت ہے۔ اور امن اس سے بھی بُرا ہے لیے بھگوڑے! تم اس سے زیادہ خوش قسمت ہو۔ تم جنگلوں میں مارے مارے پھر رہے ہو۔ لیکن ایک عورت کی محبت تمہارا پیچھا کر رہی ہے تمہاری ہار جیت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ تمہارا سورج ڈوبا نہیں تھا بلکہ بادلوں کے نیچے آگیا تھا۔

(دیودت داخل ہوتا ہے)

دیودت۔ مہاراج مجھے بچائیے۔ یہ لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔

راجہ۔ وہ کون ہیں؟

دیودت۔ مہاراج! وہ آپ کے سپاہی ہیں۔ وہ آدھ گھنٹے سے مجھے گھیرے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں کوتا سنائی۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ میں بیوقوف ہوں۔ جو انہیں خوش کر رہا ہوں۔ پھر میں نے کالی داس سنانا شروع کر دیا، اور وہ سو گئے۔ میں خیمہ چھوڑ کر آپ کے پاس آگیا۔

راجہ۔ ان سپاہیوں کو سزا دی جائیگی، گدھے کہیں کے! جب قیدی کالی داس سُن رہا ہو۔ تو یہ کمبخت کیوں سو جاتے ہیں۔

دیودت۔ سزا کے متعلق پھر دیکھا جائے گا، پہلے تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے۔

کہ یہ جنگ چھوڑ کر ہمیں گھر چلنا چاہیئے۔ —— میں یہ خیال کیا کرتا تھا کہ صرف وہی لوگ سدائی ہیں بیتاب ہوتے ہیں۔ جن کے پاس دولت ہو۔ اور جو امیرانہ ٹھاٹھ سے رہنے والے ہوں۔ لیکن جب سے میں یہاں آیا ہوں مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ کہ ایک غریب بھی محبت کا شکار ہو سکتا ہے ؛

راجہ۔ محبت اور موت اپنے شکار ڈھونڈنے میں انتخاب نہیں کیا کرتیں وہ غیر جانب دار ہوتی ہیں۔ ہاں دوست! ہمیں اب واپس ہی چلنا چاہیئے۔ لیکن جانے سے پہلے ایک کام کرنا ہوگا۔ تم چوروں کے سردار سے یہ معلوم کرو۔ کہ کمار سین کہاں چھپا ہوا ہے۔ اگر تم اسے پالو۔ تو اسے بتاؤ کہ تم دشمن نہیں ہو۔ اگر تمہیں وہاں کوئی اور ملے۔ ایک لڑکی ——!

دیودت۔ ہاں ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ آپ کے خیالوں میں بسی ہوئی ہے۔ لیکن ہمارے الفاظ بھی اسے نہیں چھو سکتے ؛

راجہ۔ دوست تم بہار کے پہلے جھونکے کی طرح میرے پاس آئے ہو۔ اب پھول ہی پھول ہوں گے۔ گزرے ہوئے دنوں کی بہاریں۔

(دیودت باہر جاتا ہے۔ چندر سین داخل ہوتا ہے)

راجہ۔ میں تمہیں ایک خبر سنانا چاہتا ہوں، میں نے کمار سین کو معاف کر دیا ؛

چندر سین۔ آپ نے معاف کر دیا ہوگا لیکن اس وقت میں کشمیر کا راجہ

ہوں۔ اب مجھے انصاف کرنا ہوگا۔ اب میرے ہاتھوں سے اسے سزا ملے گی۔

راجہ۔ کیا سزا؟

چندر سین۔ اس کا تخت چھین لیا جائیگا۔

راجہ۔ ناممکن! میں اس کا تخت نہیں چھین سکتا۔

چندر سین۔ کشمیر کے تخت پر آپ کو کیا اختیار ہے۔

راجہ۔ ایک فاتح کا حق۔ وہ تخت میرا ہے۔ اور میں اس کو دیتا ہوں۔

چندر سین۔ آپ اس کو دیتے ہیں؟ کیا ہیں کمار سین کو بچپن سے نہیں جانتا کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے باپ کا تخت آپ سے تحفہ کے طور پر لیگا وہ انتقام برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن آپ کے ہاتھوں بھیک نہیں لے سکتا۔

(ایک قاصد داخل ہوتا ہے)

قاصد۔ مہاراج! یہ خبر آئی ہے۔ کہ کمار سین بندگاڑی میں ہتھیار ڈلوانے کے لئے آرہا ہے۔

(قاصد باہر نکل جاتا ہے)

چندر سین۔ یہ بات نہیں مانی جا سکتی۔ کیا شیر اپنی زنجیروں کو بھیک مانگنے آیا ہے؟ کیا زندگی اس قدر پیاری ہے؟

راجہ۔ لیکن وہ بندگاڑی میں کیوں آیا ہے؟

چندر سین۔ وہ لوگوں کو اپنا منہ نہیں دکھانا چاہتا۔ لوگوں کی نگاہیں تیروں

کی طرح اس کے دل میں اُتر جائیں گی، راجہ! جب وہ آئے۔ تو دیا بجھا
دنبجئے! اس روشنی میں اُسے دُکھ ہوگا۔

(دیودت داخل ہوتا ہے)

دیودت۔ مہاراج! کمارسین اپنی مرضی سے آ رہا ہے۔

راجہ۔ میں اس کا شاہانہ استقبال کروں گا۔ تمام سپاہیوں سے کہہ دو۔ کہ
وہ شادی کے جشن کی تیاری کریں۔

(بوڑھے برہمن داخل ہوتے ہیں)

تمام۔ مہاراج کی جے!

پہلا بوڑھا۔ مہاراج! ہم نے سُنا ہے۔ کہ آپ ہمارے راجہ کو تخت واپس دے
دیں گے۔ اس لئے ہم آپ کو اشیرباد دینے آئے ہیں۔ آپ نے
کشمیر کو دُکھ سے بچا لیا ہے۔

(وہ اشیرباد دیتے ہیں۔ راجہ سر جھکائے کھڑا رہتا ہے۔
برہمن باہر نکل جاتے ہیں۔ شنکر داخل ہوتا ہے)

شنکر۔ (چندرسین سے) حضور! کیا یہ سچ ہے۔ کہ کمارسین ہتھیار ڈالنے کے لئے
آ رہا ہے۔

چندرسین۔ ہاں یہ سچ ہے۔

شنکر۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ارے میرے راجہ! میں تمہارا پرانا نوکر ہوں۔
میں نے بہت دُکھ اُٹھایا۔ لیکن زبان سے اُف نہ کی۔ لیکن میں
یہ کیسے برداشت کروں۔ کہ آپ کشمیر کی ساری سڑکیں طے کر کے

دشمن خلافت کی سلاخوں میں بند ہونے کے لئے آرہے ہیں ۔

(سپاہی داخل ہوتا ہے)

سپاہی۔ بندگاڑی آپہنچی ۔

راجہ۔ کیا یہاں پر کوئی ساز نہیں ہے؟ حکم دو۔ کہ شادیانے بجائے جائیں (دروازے کے نزدیک پہنچ کر) میرے دوست! میں تمہارا استقبال کرتا ہوں ۔

(رانی سومترا داخل ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں رومال سے ڈھکی ہوئی ایک تھالی ہے)

راجہ۔ سومترا! میری رانی!

رانی۔ مہاراج! تم دن رات پہاڑیوں میں اس کی تلاش کرتے رہے۔ تم نے کھیتوں اور گاؤں میں ہل چلا دیئے۔ آج وہ اپنے ہاتھوں اپنا سر تمہارے پاس بھیج رہا ہے۔ اس سر پہ آج موت بیٹھی ہے۔ جو تاج سے زیادہ پُروقار ہے۔ یہ لیجئے کشمیر کے راجہ کا سر!

راجہ۔ میری رانی!

رانی۔ اب میں آپ کی رانی نہیں رہی۔ کیونکہ موت کا مجھ پہ بھی حق ہو گیا ہے۔ (گرتی ہے اور مر جاتی ہے)

شنکر۔ راجہ! میرے آقا! میرے خوب صورت بچے! راجہ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ تم نے ہمیشہ کے لئے تخت پا لیا۔ یہ تماشا دیکھنے کے لئے مجھے ایشور نے آج تک زندہ رکھا۔ تم نے کشمیر کی لاج رکھ لی۔ اب میرے

دن بھی ختم ہو گئے۔ تیرا نوکر تیرے پیچھے آئے گا۔

(ایلا بیاہ کا جوڑا پہنے ہوئے داخل ہوتی ہے)

ایلا ۔ راجہ! میں شادی کے لئے سج کے آ گئی ہوں، کہاں ہے میرا پتنم! میں تیار ہوں!!

کران و کُشتی

اشخاص

کرن ــــــــ کوروں کا سپہ سالار

کُنتی ــــــ کرن کی ماں، پانڈوؤں کی رانی -

(پانڈوؤں کی رانی کنتی کے ہاں شادی سے پہلے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام کرن تھا۔ کرن جب جوان ہوا تو وہ کوروں کا سپہ سالار بنا۔ شرم کے مارے کنتی نے اسے پیدا ہوتے ہی چھوڑ دیا۔ ادھر تھ گاڑیبان نے اس بچے کو بیٹے کی طرح پالا)

کرن۔ میرا نام کرن ہے۔ میں ایک گاڑیبان کا بیٹا ہوں۔ گنگا کے کنارے بیٹھا ہوا ڈوبتے ہوئے سورج کی پوجا کر رہا ہوں۔ تم کون ہو ؟

کنتی۔ میں وہ عورت ہوں۔ جس نے سب سے پہلے تم کو اس روشنی سے آگاہ کیا۔ جس کی تم پوجا کر رہے ہو !

کرن۔ میں نہیں سمجھا۔ لیکن یہ کیا ہے ؟ تمہاری آنکھیں میرے دل کو اس طرح پگھلائے جا رہی ہیں۔ جیسے کہ صبح کی کرنیں پہاڑ کی چوٹی پر برف کو پگھلاتی ہے۔ اور تمہاری آواز میرے سینے میں سے ایک سویا ہوا دکھ جگا رہی ہے لیکن دکھ جسکو میں محسوس نہیں کر سکتا اے پر اسرار عورت مجھے بتاؤ کہ مجھ سے تمہارا کیا بندھن ہے !

کنتی۔ میرے بیٹے ذرا صبر سے کام لو، جونہی رات کا اندھیرا چھا جائے گا۔ میں تمہیں یہ راز بتاؤں گی۔ لیکن اس وقت میں صرف یہ بتانا چاہتی ہوں

کہ میرا نام کُنتی ہے

کرن۔ کُنتی ؟ ارجن کی ماں ؟

کُنتی۔ ہاں! تمہارے دشمن ارجن کی ماں! لیکن صرف اسی وجہ سے نفرت نہ کرو! ہستنا کی لڑائی کے دن مجھے یاد ہیں جبکہ تم صبح کی پہلی کرن کی طرح رات کے آخری تاروں کے درمیان میدان میں نکلے تھے! آہ! تم نہیں جانتے کہ وہ کون عورت تھی۔ جو آنکھوں میں آنسو بھر کے تمہیں دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی نگاہیں تمہارا منہ چوم رہی تھیں ؟ وہ ارجن کی ماں تھی! پھر میدان میں برہمن باہر نکلا۔ اور اس نے اعلان کیا۔ کہ گھٹیا ذات کا کوئی شخص ارجن کو میدانِ جنگ میں نہیں پکار سکتا! تم خاموش کھڑے ہو گئے! میں جانتی تھی کہ تمہارے دل میں اس وقت کتنی بجلیاں کوند گئیں۔ لیکن وہ کون عورت تھی۔ جس نے تمہاری خاموشی کو پہچانا۔ اور تمہاری شرم اور غصے کی آگ میں بھسم ہو گئی! وہ ارجن کی ماں تھی! دریودھن نے تمہاری قیمت پہچان لی۔ اور تمہیں انگا راجہ بنا دیا۔ اور اس طرح کوروں کے ہاتھ ایک بہادر ملنش آ گیا! جب ادھیرتھ رتھبان ہجوم کو چیرتا ہوا باہر نکلا۔ تو تم نے اپنا تاج اُتار کر اس کے قدموں میں رکھ دیا! اس وقت پانڈو قہقہے لگانے لگے۔ مذاق اڑانے لگے لیکن اس وقت کون عورت تھی۔ جس کا دل اس بہادری کو دیکھ کر اُچھلنے لگا ——— وہ ارجن کی ماں تھی!

کرن۔ راجاؤں کی ماں! آپ اکیلی یہاں کیا کرنے آئی ہیں ؟

کُنتی ۔ میری ایک خواہش ہے ؛
کرن ۔ مجھے آگیا دیجئے ۔ جو کشتری کر سکتا ہے ۔ وہ میں آپ کے لئے کروں گا؛
کُنتی ۔ میں تمہیں لینے آئی ہوں ؛
کرن ۔ کہاں ؟
کُنتی ۔ میں تمہیں سینے میں رکھنا چاہتی ہوں ۔ جو کہ محبت کے لئے بے قرار ہے ؛
کرن ۔ پانچ راجاؤں کی خوش نصیب ماں ! بھلا ایک معمولی سے منش کے لئے تمہارے سینے میں کیسے جگہ نکل سکتی ہے ؟
کُنتی ۔ تمہاری جگہ میرے تمام بیٹوں سے پہلے ہے ؛
کرن ۔ لیکن مجھے اس جگہ کا حق ہی کیا پہنچتا ہے ؛
کُنتی ۔ یہ حق تمہیں ایشور نے دیا ہے ۔ کیونکہ تم ماں کے سامنے کھڑے ہو !
کرن ۔ رات کا اندھیرا ساری دُنیا پہ چھا رہا ہے ، پانی پہ خاموشی طاری ہے ۔ اور تمہاری آواز مجھے بہت دُور ——— دُور ——— بچپن کے خواب و خیال کی طرف لے جا رہی ہے ، خیر ، یہ بھی اگر ایک خواب ہے تو کوئی پروا نہیں ، تم میرے ماتھے پر ایک بار ہاتھ رکھو ! ——— رکھو ——— رکھو !!! ارجن کی ماں ! لوگ کہتے ہیں کہ جب میں پیدا ہُوا تو ماں مجھے چھوڑ کر چلی گئی ، بہت دنوں تک وہ مجھے خواب میں دکھائی دیتی رہی ، جب میں چلاتا ماں !

. . . . . .

تم نے منہ کیوں چھپا رکھا ہے ، اپنا مکھڑا مجھے دکھا دو" تو وہ گم ہو جاتی، کیا یہ بھی ایک خواب ہے ؟ ادھر دیکھو ، دریا کے پار تمہارے بیٹوں کے جنگل میں سے روشنی نکل رہی ہے ۔ اور اس طرف کوروں کے خیمے اس طرح نظر آرہے ہیں ۔ گویا سمندر کی لہریں چلتے چلتے رک گئی ہوں ۔ کل ایک بہت بڑا یدھ ہونے والا ہے ۔ لیکن کل اس یدھ کے شور سے پہلے ارجن کی ماں ——— میرے دشمن کی ماں ، ایک بھولی ہوئی ماں کی یاد لے کر میرے پاس کیوں آئی ہے ؟ اور اس کی زبان سے ممتا کے نغمے کیوں نکل رہے ہیں ۔ جس سے میرا دل کھچا ہوا باہر آرہا ہے ؟

کنتی : میرے بیٹے ! اب دیر کس بات کی ہے ، میرے ساتھ چلو ۔

کرن ۔ میں تم سے کچھ نہیں کہوں گا ۔ اور تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں ، میری روح تمہاری آواز کی منتظر تھی ، فتح ، شہرت اور ارجن کے خلاف نفرت کی ساری آرزوئیں اب مجھے بیکار نظر آتی ہیں ۔ جیسے صبح ہوتے ہی انسان کے خواب روشنی میں گم ہو جاتے ہیں ۔ اب مجھے بتاؤ تم مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو ؟

کنتی دریا کے اس پار ! جہاں وہ چراغ جل رہے ہیں :

کرن ۔ کیا مجھے وہاں اپنی کھوئی ہوئی ماں ہمیشہ کے لئے مل جائیگی ؟

کنتی ۔ میرے بیٹے !

کرن۔ ماں! تم مجھے جنگل کی ریت پہ پھینک کر کیوں چلی گئی تھیں؟ تم نے مجھے اپنے خاندان سے کاٹ کر اندھیرے میں کیوں پھینکا تھا؟ تم نے ارجن اور مجھ میں ایک دریا کیوں حائل کر دیا تھا؟ تم نے ایک ختم نہ ہونے والی نفرت کیوں پیدا کی؟ وہ میرا بھائی ہے۔ لیکن تم نے مجھے اس کا دشمن کیوں بنایا؟ تم خاموش ہو ——— غالباً تم پچھتا رہی ہو۔ اور تمہاری خاموشی سے میری ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔ میری بات کا جواب نہ دو ——— میں اس کا جواب نہیں چاہتا، میں یہ نہیں سننا چاہتا۔ کہ ایک بیٹے سے ممتا کیونکر چھین لی گئی، صرف مجھے یہ بتاؤ کہ جس عمارت کو تم نے اپنے ہاتھوں گرایا تھا۔ آج وہاں کیوں آئی ہو؟

کنتی۔ تم مجھے برا بھلا کہو۔ لیکن میں مدت سے ایک نہ بھولنے والے غم میں گھل رہی ہوں، میرے ارد گرد میرے پانچ بیٹے ہیں، لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا ایک بھی بیٹا نہیں، میرا پہلا بیٹا میرے جیون میں ایک ایسی خالی جگہ چھوڑ گیا ہے۔ کہ اب اس کا بھرنا مشکل ہے۔ میری تمام مسرتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اس دن جبکہ میں نے اپنی ممتا کو ٹھوکر ماری تھی۔ اس وقت تم ایک لفظ بھی منہ سے نہ بول سکتے تھے، آج تمہاری بزدل اور بے وفا ماں تمہارے منہ سے میٹھا بول سننا چاہتی ہے۔ بیٹا! اگر تم مجھے معاف کر دو تو میرا گناہ بھسم ہو سکتا ہے؟

کرن - ماں! میرے آنسو قبول کر دا

کنتی - میں اس امید پہ نہیں آئی کہ میں تمہیں جیت سکوں - بلکہ میں تمہیں تمہارا حق دینے آئی ہوں - راجہ کے بیٹے کی طرح میرے ساتھ چلے آؤ۔ اور اپنے بھائیوں سے اپنا حق لو ؛

کرن - میں تو صرف ایک رتھ بان کا بیٹا ہوں مجھے کسی بڑے آدمی کا بیٹا بننے میں کوئی فخر نہیں ہے ؛

کنتی - کچھ بھی ہو بیٹا! راج تمہارا ہے - اور تمہیں بننا ہوگا ؛

کرن - کیا کہہ رہی ہو ماں ؟ تم ایک دن ممتا کو ٹھوکر مار کر مجھے پھینک گئی تھی - اور آج مجھے راج پاٹ کا لالچ دینے آئی ہو ؟ تم ایک دفعہ ماں کے پریم کی جڑوں پر کلہاڑا چلا چکی ہو - اور یہ جڑ دوبارہ ہری نہیں ہو سکتی ، کس قدر شرمناک بات ہوگی یہ اگر میں راجاؤں کی ماں کو اپنی ماں کہوں - اور اپنی ماں کہوں - اور اپنی ماں جو کہ رتھ بان کے گھر میں موجود ہے - اسے چھوڑ دوں ؛

کنتی - میرے بیٹے ، تم بہت بڑے انسان ہو - پر ممتا کے سامنے میں دم نہیں مار سکتی - اس نے مجھے سزا دی ہے - اور میں اسے برداشت کر لوں گی ، ایک بے کس بچہ جس کو میں روتا ہوا پہلی رات جنگل میں پھینک آئی تھی - آج وہ رات کے اندھیرے میں جوان ہو کر اپنے بھائیوں کا سر کاٹنے آیا ہے !

کرن - ماں! تم گھبراؤ نہیں جیت پانڈوؤں کی ہوگی مجھے اطمینان ہے ۔

اور اس اطمینان میں مجھے رہنے دو، جن لوگوں کے سر پر موت ناچ رہی ہے ۔ میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا، پانڈوؤں کے راج پاٹ جتنا ہی ہے ۔ تو انہیں جیتنے دو، میں تو صرف ہارنے والے اور موت کے گھاٹ اُترنے والوں کا ساتھ دوں گا ۔ بہت مدت ہوئی جس رات میں پیدا ہوا ۔ تو نے مجھے ننگا اور بے نام چھوڑ کر چلی گئیں تھیں آج بھی مجھے ہار اور موت کے سامنے پھینک کر چلی جاؤ !

(باہر چلی جاتی ہے)

(پردہ گرتا ہے)

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔